خدمت خلق کی ضرورت واہمیت

(سیرت طیبہ ﷺ کے تناظر میں)

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی
قائد ملت گورنمنٹ ڈگری کالج، قاسم آباد کراچی

عصر حاضر کے اہم ترین موضوعات میں سے ایک اہم موضوع خدمت خلق ہے ایک شہری کی وسیع تر ذمہ داری یہ ہے کہ پوری انسانیت کی فلاح و بہبود اور پورے معاشرے کی بھلائی کے لئے کام کرے بالخصوص معاشرے کے کچلے ہوئے افراد کے لئے تگ ودو کرنا انسانیت کی ہمدردی اور خدمت ہے رسول اللہ ﷺ نے خدمت خلق میں بے نظیر نمونہ چھوڑا ہے بعد از نبوت کی زندگی تو پوری ہی خدمت انسانی ہے۔ قبل از نبوت بھی اس ذمہ داری سے غافل نہ رہے۔ معاشرے کے یتیموں، بے کسوں، بیواؤں کی امداد، مجبور مقہور افراد کی دادرسی آپ ﷺ کا شیوہ تھا بلکہ پیغمبرانہ طریق کا دوسرا بنیادی ہدف خدمت خلق ہے اسی پر الطاف حسین حالی نے کہا ہے:

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی برلانے والا

فرد کی زندگی کے دو پہلو ہیں ایک پہلو سے وہ اپنے خالق سے متعلق ہے اور دوسرے اعتبار سے وہ مخلوق خداوندی سے جڑا ہوا ہے خالق کے حوالے سے وہ احساس عجز و نیاز اور عبودیت و انابت کو اپناتا ہے اور مخلوق کی نسبت سے خدمت نفع بخشی اور فیض رسانی کو شعار بناتا ہے "خلق" اللہ کا کنبہ ہے جس کی خدمت اور حسن سلوک دنیوی و اخروی فلاح کی ضامن ہے۔ مسلمانوں میں بھی اسی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے الخدمت، خدمت خلق اور خلق خدا پارٹی کے نام سے کچھ نے دیگر ناموں سے اس خدمت کے عمل کو جاری رکھا ہوا ہے ہمارے ملک میں موجودہ حکومت نے بھی عوامی مسائل حل کرنے اور لوگوں کی خدمت کے لئے ''خدمت کمیٹیاں'' بنائی ہیں لیکن اب تک ان کی رہنمائی کے لئے اسلام کے حوالے سے کوئی جامع ضابطہ اخلاق اور لائحہ عمل مرتب نہیں کیا گیا ہے میں اسوۂ حسنہ ﷺ کی روشنی میں اس مختصر مضمون میں اصولی مثالیں و احکام بیان کرنے پر اکتفا کروں گا۔ تاکہ عوامی خدمت سے وابستہ تمام جماعتیں و افراد اس آب کوثر سے مستفید ہو کر دنیاوی و اخروی کامیابیاں و کامرانیاں حاصل کرسکیں لیکن اسی کے ساتھ حکومت کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ NGO.s سے وابستہ افراد پر نظر رکھے انہیں آداب خدمت سکھائے اور ارشاد نبوی ﷺ کے مطابق سید القوم خادمہم خدمت کرنے والے اور نظام حکومت چلانے والے دونوں جذبہ خدمت کو اخلاص و تواضع سے مرصع کریں خدمت کے ذریعہ استحصال یا مفادات کا حصول نہ ہو۔

حکمرانوں کو امام غزالی کی نصیحت:

اس سلسلے میں امام غزالی نے حکمرانوں کو نصیحت کرتے ہوئے بہت اہم باتیں لکھی ہیں فرماتے ہیں:

''حکمراں کو محض اس پر اکتفا نہیں کرنا چاہئے کہ وہ بذات خود ظلم اور بے انصافی نہیں کرتا ہے بلکہ اسے چاہئے کہ وہ اپنے نوکروں، گماشتوں اور نائبوں کو بھی راہ راست پر چلائے اور ان کے مظالم پر چشم پوشی نہ کرے روز قیامت محض اس کے اپنے ہی اعمال کی پرسش نہیں ہوگی بلکہ اس کے ملازموں کی غلط کاروائیوں کی بھی پرسش ہوگی اور ایسا کرنا اس وقت تک مشکل ہے جب تک حکمراں اپنے اندر انصاف نہیں پیدا کر لیتا ہے انصاف پسندی کے لئے یہ ضروری ہے کہ استبداد پسندی شہوت اور غصے کو عقل پر قابو نہ پانے دیا جائے ورنہ عقل اور دین ان کے اسیر بن جائیں گے عام طور سے انسان عقل کو نیام میں بند کر دیتے ہیں اور غصے اور شہوت کو اپنے اوپر حاوی ہونے دیتے ہیں ان کے اثر میں آکر وہ کوئی ایسی چال سوچ لیتے ہیں کہ ان کی شہوت اور غصہ کامیاب ہو جاتا ہے وہ نہیں جانتے کہ دین اور عقل فرشتوں کا جوہر ہیں اور اللہ تعالیٰ کی فوج ہیں شہوت اور غصہ ابلیس کی ہیں کیسے وہ آدمی دوسروں کے ساتھ انصاف کر سکتا ہے جو دین اور عقل کو شیطان کی فوج کا قیدی بنادے انصاف کا سورج پہلے حکمران کی روح میں طلوع ہوتا ہے پھر اس کی شعاعیں پہلے خانہ خواص، پھر اہلکاروں اور پھر رعیت پر پڑتی ہیں جو بھی سورج کے بغیر روشنی کی شعاعیں چاہتا ہے وہ ناممکن کی توقع کرتا ہے۔''

اور اے سلطان عالم جان لو کہ عقل کی تکمیل سے انصاف بیدار ہوتا ہے کمال عقل یہ ہے کہ ہر چیز کی اصلیت بعینہ سمجھ سکے حقیقت اور باطن کو جان سکے ظاہری شکل سے دھوکا نہ کھائے مثال کے طور پر اگر تم لوگوں پر اس دنیا کی خاطر جبر کرتے ہو تو تمہارا اس دنیاوی حرص سے کیا مقصود ہے اگر تمہارا مقصد لذیذ کھانوں کا ذائقہ لینا ہے تو سمجھو کہ یہ انسانی شکل میں حیوانی خواہش ہے، کیونکہ پیٹ بھرنا خونخوار درندوں کی فطری جبلت ہے اگر تمہاری خواہش اطلس و کمخواب پہننا ہے تو تم مردانہ صورت میں عورت ہو کیونکہ تزئین و آرائش نسوانی عادات ہیں اور اگر تمہارا مدعا یہ ہے کہ تم اپنے دشمنوں کے خون سے پیاس بجھاؤ تو پھر تم انسانی شکل میں جنگلی اور خونخوار درندے ہو کیونکہ یہ درندوں کی صفت ہے اور اگر تم یہ اس لئے کرتے ہو کہ لوگ تمہاری خدمت اور دربارداری کریں تو پھر جواب دہی کی جائے گی۔

حضرت عمر بن خطابؓ نے اپنے گورنر ابو موسیٰ اشعریؓ کو ہدایت نامہ بھیجا جس میں تحریر کیا کہ رعیت کا سب سے زیادہ خوش نصیب نگہبان وہ ہے جس سے رعیت خوش ہو اور بدبخت ترین وہ ہے جس سے رعیت ناخوش ہو خبردار ہرگز اسراف نہ کرنا ورنہ تمہارے اہل کار بھی ویسی ہی راہ اختیار کریں گے اس طرح تم ایسی بھیڑ کی مانند ہو جاؤ گے جو ہری گھاس دیکھ کر بہت چرتی ہے فربہ ہو جاتی ہے اور چربی

چڑھنے سے اس کی موت آتی ہے کیونکہ اسے جلد ہی ذبح کر دیا جاتا ہے اور کھالیا جاتا ہے۔

''توریت میں لکھا ہے کہ اہل کار کی ہر وہ بے انصافی اور ظلم جو بادشاہ کی نظر میں آئے اور بادشاہ خاموش رہے اسے بادشاہ کی اپنی ہی بے انصافی میں شمار کیا جائے گا اور اس پر بادشاہ کو سزا ملے گی صاحب اقتدار کو جاننا چاہئے کہ اس آدمی سے بڑھ کر کوئی احمق اور بیوقوف نہیں ہے جو اپنا دین اور اپنی عاقبت کسی اور کے لئے تباہ و برباد کر دیتا ہے اس کے تمام ملازم افراد محض اپنے دنیاوی مفاد کے لئے اس کی خدمت کرتے ہیں حکمران کے سامنے وہ اپنے مظالم ایسے پیش کرتے ہیں کہ انہیں انصاف بنا دیتے ہیں اس طرح محض اپنے فائدے کے لئے وہ حکمراں کو جہنم میں بھجوا دیں گے اور اپنا مقصد سیدھا کر لیں گے۔ تمہارا اس سے بڑھ کر کون دشمن ہو سکتا ہے کہ محض چند حرام درہم کے لئے تمہاری ہلاکت کا سبب بنے۔ خلاصہ یہ کہ حکمران کو اپنی رعیت سے عدل کرنا چاہئے اور ساتھ ہی ساتھ اسے اپنے عملے اہلخانہ اور اولاد کو انصاف کے راستے پر چلانا ضروری ہے۔ امام غزالی مزید لکھتے ہیں: تم عقلمند انسان کے بہروپ میں جاہل انسان ہو اگر تم سچ مچ عقلمند ہوتے تو یہ جانتے کہ یہ سب درباری اپنی خواہشات، شہوت اور پیٹ کے نوکر اور غلام ہیں اور تمہیں محض اپنی شہوت کی تسکین کے لئے جال کے طور پر استعمال کر رہے ہیں تمہاری خوشامد کرتے ہیں، تمہارے سامنے جھکتے ہیں تا کہ اپنی مقصد بر آوری کریں یہ سب فی الحقیقت تمہاری خاطر نہیں ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر افواہ اڑ جائے کہ تم سے چھین کر حکومت کسی اور کو دے دی جائے گی تو یہ سب یک لخت تم سے رخ موڑ لیں گے اور دوسرے کی خوشامد کرنا شروع کر دیں گے تا کہ اس کے منظور نظر بن جائیں انہیں جہاں کہیں دولت ملے گی وہیں خدمت کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے ہوں ے جھکنا شروع کر دیں گے درحقیقت یہ خدمت نہیں ہے مذاق اڑانا ہے عقل مند انسان وہ ہے جو کہ چیزوں کی حقیقت کو سمجھے اور ان کی اصلیت کو جانے نہ کہ ظاہری صورت سے دھوکا کھا جائے ان کی اصلیت ایسی ہی ہے جیسی کہ ہم نے بیان کی ہے اور جو اس سے واقف نہیں ہے وہ عاقل انسان نہیں ہے جو عاقل نہیں ہے وہ عادل نہیں ہے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔(۱)

خدمت خلق پر مزید روشنی ڈالنے سے قبل خدمت خلق کے مفہوم کا تعین کئے دیتا ہوں تا کہ اس کا دائرہ بحث بہتر طور سے واضح ہو سکے۔

خدمت کی لغوی و اصطلاحی تعریف:

خدمت اس عمل کا نام ہے جو خادم یعنی خدمت کرنے والے سے سرزد ہوتا ہے دائرہ معارف اسلامیہ میں لکھا ہے۔ ''خادم'' بمعنی خدمت گزار، نوکر ہے۔ ترکی میں اکثر اس کے ثانوی معنی ''خواجہ سرا'' کے لئے جاتے ہیں اس لفظ کا اطلاق مرد و عورت آزاد اور غلام سب پر یکساں طور پر ہوتا ہے، خادم کا اسم جمع

خدم اور جمع خدام ہے "خادم الحرمین الشریفین" (دو مقدس مقامات یعنی مکے اور مدینے کی خدمت کرنے والا) ترکی سلطانوں کے خطابوں میں سے ایک تھا۔ مسلمانوں میں غلاموں کے علاوہ آزاد نوکروں سے بھی خدمت لینے کا رواج ہمیشہ سے رہا ہے۔(۲) اسی طرح دوسرے معنی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے وردی میں ملبوس عہدے دار جو شاہی اور سرکاری ملازمتوں میں ہوتے تھے ان کی بہت سی جماعتیں ہوا کرتی تھیں (حاجب، دربان اور گویے اور ان کو ایک عام نام خدمہ سے پکارا جاتا تھا)۔(۳) خلاصہ کلام یہ کہ خدمت سے وابستہ کسی بھی شعبہ میں کام کرنے والوں کو خادم اور ان کے کاموں کو خدمت گذاری کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر خالد علوی صاحب لکھتے ہیں کہ خدمت خلق ایک وسیع اصطلاحی لفظ ہے جس میں جسمانی خدمت اخلاقی رویہ مالی اعانت اور ممکنہ تحفظ شامل ہیں۔(۴) قرآن وسنت کی ہدایت سے معلوم ہوتا ہے حسن خلق دین کی روح ہے اللہ تعالیٰ نے خدمت کے تصور کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:

"نیکی یہ نہیں ہے کہ تم نماز میں اپنا منہ پورب یا پچھم کی طرف کرو بلکہ اصل نیکی یہ ہے جو خدا پر قیامت پر فرشتوں پر کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لایا اور مال کی خواہش کے باوجود اپنا مال رشتہ داروں پر یتیموں پر غریبوں پر مسافروں پر مانگنے والوں پر اور غلاموں کو آزاد کرنے پر صرف کرتا رہا اور نماز ادا کرتا رہا اور زکوٰۃ دیتا رہا اور جو وعدہ کرکے اپنے وعدے کو پورا کرتے ہیں اور جو مصیبت تکلیف اور لڑائی میں ثابت قدم رہتے ہیں یہی وہ ہیں جو راست باز ہیں اور یہی تقویٰ والے ہیں"۔(۵)

جبکہ آج عام طور سے صرف نماز روزہ کو دین سمجھا جاتا ہے، حالانکہ خدمت خلق بھی دین کا اہم ترین حصہ ہے جس سے عموماً تغافل برتا گیا ہے، خدمت کے ساتھ "خلق" کا لفظ آتا ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے دائرہ معارف اسلامیہ میں لکھا ہے۔

خلق:

خ ل ق مادے سے بمعنی وجود میں لانا، مخلوق، خلقت، فطرت، قضا وقدر الٰہی یا خلق الثوب کپڑا پرانا ہو گیا بعض اوقات بمعنی کذب وجعل بھی آتا ہے خلق بھی اسی مادے کے ہم معنی ہے اس فرق کے ساتھ خلق (بمعنی خلقت) عام ہے اور خلق کا تعلق عادات وخصائل سے ہے۔ خلیفۃ اور خلق ہم معنی الفاظ ہیں بعض کے نزدیک خلق بمعنی انسان اور خلیفۃ بمعنی بہائم ہے(۶) یہ مادہ قرآن مجید میں مختلف صورتوں میں استعمال ہوا ہے۔(۷) خلق کے معنی صرف عدم سے آفرینش کے نہیں بلکہ وہ دنیا اور انسان اور ان سب کی آفرینش پر نیز جو کچھ ہے اور جو کچھ ہو رہا ہے یعنی موجودات اور واقعات سب پر حاوی ہے۔(۸) قرآنی تصور تخلیق کی دوسری اہم اساس تخلیق بالحق ہے یعنی ہر تخلیق کی ایک غرض و غایت مقصدیت اور افادیت ہے۔ کوئی تخلیق بے فائدہ اور بے مقصد عبث اور باطل نہیں ہے ہر تخلیق

کے پیچھے ایک منصوبہ کارفرما ہے یہ اساس آج کے مادی دور کے اس فکر کی ضد ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ زندگی بے ہنگم، حادثہ و اتفاق اور عبث ہے۔(۹) یہی وجہ ہے اسلام نے بلا تخصیص مسلم و غیر مسلم بلا تخصیص جنس اور بلا تخصیص انسان اور حیوان سب کی خدمت کا حکم دیا ہے۔

خدمت خلق کی اہمیت:

خدمت خلق کے مفہوم کی تعیین کے بعد اس کی اہمیت پر روشنی ڈال رہا ہوں اور اس سلسلہ میں اتنا ہی عرض کر دینا کافی ہے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی خدمت کو خالق کی خدمت قرار دیا ہے صحیح مسلم کی روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انسان سے کہے گا اے ابن آدم میں بیمار پڑا رہا لیکن تو نے میری عیادت نہیں کی انسان کہے گا تو سارے جہاں کا پروردگار تو کب بیمار تھا اور میں تیری عیادت کیسے کرتا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھے نہیں معلوم تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہے لیکن اس کے باوجود تو اس کی مزاج پرسی کے لئے نہیں گیا اگر تو اس کے پاس جاتا تو مجھے وہاں پاتا پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے ابن آدم میں نے تجھ سے کھانا مانگا لیکن تو نے کھانا نہیں دیا! انسان عرض کرے گا اے رب العالمین تو کب بھوکا تھا اور میں تجھے کیسے کھانا کھلاتا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا تجھے یاد نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا طلب کیا تھا لیکن تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا اگر تو نے اس کا سوال پورا کیا ہوتا تو آج اس کا ثواب یہاں پاتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے ابن آدم میں نے تجھ سے پانی مانگا لیکن تو نے مجھ کو پانی نہیں پلایا انسان عرض کرے گا اے دونوں جہاں کے پروردگار تو کب پیاسا تھا؟ اور میں تجھے کیسے پانی پلاتا اللہ تعالیٰ فرمائے گا فلاں بندے نے تجھ سے پانی طلب کیا لیکن تو نے اس کی پیاس بجھانے سے انکار کر دیا تھا اگر تو نے اس کی پیاس بجھائی ہوتی تو آج اس کا ثواب یہاں پاتا۔(۱۰) اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ مخلوق کی خدمت کرنا اللہ تعالیٰ کی خدمت کرنے کی طرح ہے جس طرح اللہ کی عبادت دین ہے اسی طرح بندوں کی خدمت بھی دین ہے۔ نبی کریم ﷺ لوگوں کی خدمت کے لئے نماز کو بھی مؤخر کر لیا کرتے تھے ایک دن آپ نماز پڑھ رہے تھے (یعنی کچھ نماز ادا کر چکے کچھ سنتیں باقی تھیں) اسی حالت میں ایک بدوی آیا اس نے آپؐ کے دامن کو تھام لیا اور کہا پہلے آپ میرا کام کر دیں پھر نماز پڑھیں کہیں آپ بھول نہ جائیں آپ اس بدوی (دیہاتی) کے ساتھ مسجد نبوی سے باہر نکلے اور اس کا کام کر کے نماز مکمل کی۔(۱۱) خدمت کا اہم ترین فائدہ یہ ہے کہ خادم و مخدوم کے درمیان محبت و الفت کو فروغ حاصل ہوتا ہے اور باہمی قربت بڑھنے سے مسلمان ایک جسم کی مانند ہو جاتے ہیں۔

حضور ﷺ کی خدمت خلق بذریعہ مواخات:

نبی کریم ﷺ نے مہاجرین و انصار کے درمیان اسی لئے مواخات کرائی تھی کہ ایک دوسرے کی خدمت و تعاون کے ذریعے بے سہاروں کو سہارا مل جائے تاریخ انسانیت میں خدمت کی ایسی نظیر پیش نہیں کی جا سکتی اسی خدمت پر خراج تحسین پیش کرتے ہوئے حالی نے کہا:

مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

حتیٰ کہ باہم وراثت کا سلسلہ تک قائم فرما دیا تھا جب مہاجرین مدینہ کے ماحول سے مانوس ہو گئے۔ انہیں وسائل رزق کا علم ہو گیا۔ اخوت و محبت ان کے دلوں میں جاگزیں ہو گئی فکری اور جسمانی دونوں اعتبار سے ان کے اور انصار کے درمیان الفت قائم ہو گئی اور غزوہ بدر الکبریٰ کا مال غنیمت بھی ان کے ہاتھ لگ گیا تو مواخات کرائے جانے والوں کے درمیان وراثت کا سلسلہ منسوخ ہو گیا اور وہ صلہ رحمی کی بنیاد پر حسب معمول استوار ہونے لگا۔ قرآن کی یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ کتاب اللہ کی رو سے رشتے داروں میں سے بعض دوسروں سے زیادہ حق دار ہیں۔ (۱۲) یہ اخوت کے معنی میں ایک عظیم ارتقا تھا حضرت ابن عباسؓ نے ذکر کیا ہے کہ نظام مواخات سے صرف توارث کو منسوخ کیا گیا، جہاں تک ایک دوسرے کی مدد، تعاون، خبر گیری، اخلاص و خیر خواہی اور نصیحت کا تعلق ہے تو وہ باقی ہے۔ (۱۳) یہی امام نووی کا بھی خیال ہے انہوں نے لکھا ہے ''جہاں تک وراثت کا تعلق ہے تو جمہور علماء کے نزدیک وہ باقی نہیں رہی۔ لیکن مواخات، اطاعت الٰہی میں ایک دوسرے کی رفاقت، دین میں مدد اور نیکی تقویٰ اور قیام حق میں تعاون کا حکم باقی ہے وہ منسوخ نہیں ہوا''۔ (۱۴) طبقات ابن سعد نے اپنی سند سے عروہ بن زبیر سے ایک روایت نقل کی ہے جس کے مطابق مواخات کرائے جانے والوں کے درمیان توارث کی منسوخی کا حکم شوال ۲ھ ہجری میں ہوا تھا۔ (۱۵) ان روایات سے اخوت کے معانی کی حدود اور ان کے اعلیٰ مقاصد کی تائید ہوتی ہے۔ یہ محض ایک نعرہ نہ تھا جسے نبی اکرم ﷺ نے ان کی زبانوں پر جاری کر دیا تھا بلکہ یہ ایک عملی حقیقت تھی جس کا زندگی اور انصار و مہاجرین کے مابین اور خود مہاجرین اور انصار کے درمیان تعلقات سے گہرا ربط تھا۔ اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے اس اخوت کو اتحاد اور باہمی الفت و محبت کے عملی نفاذ اور ذمہ داری کا احساس دلانے کے لئے ایک مبارک ذریعہ کی حیثیت سے اختیار کیا۔ اور چونکہ اخوت کا یہ تصور نیا تھا اور اس کے عملی نفاذ میں قربانی و ایثار کی ضرورت تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے حق میراث کو اس مواخات سے جوڑ دیا تھا، پھر جب مدینے میں مہاجرین کو استقرار نصیب ہو گیا اور اسلام کو استحکام حاصل ہو گیا تو صرف اسلامی روح ہی نئے مدنی معاشرے کو باہم جوڑنے کے لئے مطلوب قرار پائی اور اس وقت توارث کو منسوخ کر دینا مناسب خیال کیا گیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اخوت کی بنیاد دراصل اسلامی خدمت ہے البتہ اس کے فہم اور عملی نفاذ کے لئے تدریج اور ارتقاء کی ضرورت تھی۔ اس اخوت کو برابر تازہ رکھنے اور دلوں میں جاگزیں کرنے کی ضرورت پہلے بھی تھی، اب بھی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔

مواخات کے خلاف دشمنوں کی سازشیں:

یہود اور منافقین کو معلوم ہو گیا تھا کہ مواخات، محبت و مودت کے تعلق اور حقیقی ایمانی اخوت کا

اس نئے معاشرے میں اسلام کی قدار و معانی اور نئے افکار کی ترسیخ و تطبیق میں اہم اور بنیادی کردار ہے، اسی لئے ان کی کوشش رہتی تھی کہ کسی طرح اخوت کے اصولوں اور بنیادوں کو منہدم کر دیں، ترمذی نے ایک روایت نقل کی ہے اور اسے حسن قرار دیا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں:

''ہم ایک غزوے میں تھے (راوی سفیان کہتے ہیں کہ خیال ہے کہ یہ غزوہ بنی مصطلق تھا) واپسی میں ایک موقع پر ایک مہاجر نے کسی بات پر ایک انصاری پر ہاتھ اٹھا دیا (اس روایت میں آگے ہے) یہ بات عبداللہ بن ابی بن سلول کو معلوم ہوئی تو اس نے کہا کہ کیا ایسا ہو گیا ہے؟ خدا کی قسم مدینہ پہنچ کر تو عزت والا ذلیل کو نکال باہر کرے گا عبداللہ ابن ابی کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ جو اپنے باپ کے فرمانبردار تھے اور اس سے ڈرتے تھے مگر ان کے نزدیک اسلامی اخوت کا تعلق مقدم تھا۔ انہوں نے جب دیکھا کہ ان کا باپ اخوت کے چہرے کو داغدار کر رہا ہے تو نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اگر آپ حکم دیں تو اپنے باپ کا سر قلم کر کے لے آؤں'' (۱۶)

اس قسم کے واقعات وقتاً فوقتاً پیش آتے رہتے تھے جن کی وجہ سے اخوت کی پاکیزگی میں فرق آنے لگتا تھا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ یہود اور منافقین میں اختلاط تھا اور وہ خدمت خلق کے ذریعہ اس بدلتے ہوئے معاشرے کے ارتقاء میں اخوت کی اہمیت اور قدر و قیمت سے واقف تھے۔ حالی نے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے:

خطا کار سے در گذر کرنے والا
بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفاسد کا زیر و زبر کرنے والا
قبائل کا شیر و شکر کرنے والا

اسی لئے اخوت موالات اور معاہدات کے مرحلے میں داخل ہوگئی۔ (۱۷) اسلام نے اخوت اور موالات کا تعلق صرف اہل ایمان کے لئے خاص کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''انما المومنون اخوة'' (۱۸)۔ ''بے شک مومن ایک دوسرے کے بھائی ہیں'' خدمت خلق کی اہمیت بیان کرتے آپ ﷺ نے فرمایا:

''عن النعمان بن بشیر قال رسول اللہ ﷺ مثل المومنین فی تراحمهم وتوادهم و تعاطفهم كمثل الجسد اذا اشتكى عضو تداعى له سائر الجسد بالسهر والحمى''۔ (۱۹)

(نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو ایمان داروں کو آپس کی رحمت و محبت اور مہربانی میں ایک جسم کی مانند دیکھے گا جیسے جب کسی عضو کو تکلیف پہنچتی ہے تمام بدن کے اعضا بیماری اور تکلیف کو محسوس کرتے ہیں)

حاجت مندوں کی مدد کرنا اور مشکل حالات سے دوچار انسانوں کو سہارا دینا ایک مفید معاشرتی عمل ہے لیکن آنحضرت ﷺ نے اسے جو روحانی و اخلاقی بنیاد فراہم کی ہے اس سے اس کی اہمیت دوبالا ہوگئی ہے۔اسی طرح فرمایا:خیر الناس من ینفع الناس" (۲۰)"لوگوں میں بہتر وہ ہے جو انسانوں کو نفع پہنچاتا ہے"۔

یہ نفع رسانی بغیر کسی ذاتی غرض و مصلحت کے ہے، رشتہ داروں عام ضرورت مندوں، عام انسانوں حتیٰ کہ جانوروں سے حسن سلوک پسندیدہ رویہ ہے بدسلوکی اور ضرر رسانی ناپسندیدہ رویہ ہے آنحضرت ﷺ سے مروی ہے:

"ان شر الناس عنداللہ منزلتہ یوم القیامۃ من ترکہ الناس اتقاء شرہ(۲۱)

(اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن رتبے کے لحاظ سے بدترین انسان وہ ہوگا جس کے شر کے ڈر سے لوگ اسے چھوڑیں۔)

"عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ والذی نفسی بیدہ لایومن عبد حتی یحب لاخیہ مایحب لنفسہ۔"(۲۲)

انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کوئی بندہ اس وقت تک کامل ایمان والا نہیں ہوسکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے وہ (بھلائی) نہ چاہے جو اپنے لئے چاہتا ہے۔

"عن عبداللہ بن عمرو قال، قال رسول اللہ ﷺ الراحمون یرحمھم الرحمن ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء "(۲۳)

(عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رحم کرنے والوں پر رحمان بھی رحم کرتا ہے زمین والوں پر رحم کرو تم پر آسمان والا رحم کرے گا)

آخر میں ایک واقعہ حضرت عمر فاروقؓ کا پیش خدمت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے صحابہ کرام نے بھی خدمت خلق کو جاری رکھا زید بن اسلمؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایک رات عمر بن خطابؓ کو محافظ دستے کے ساتھ گشت کرتے دیکھا اور ان کی ہمراہی کی اجازت چاہی کہ گشت میں ان کی مدد کروں اور پھر میں نے پورے وقت ان کی ہمراہی کی جب ہم شہر سے باہر نکل گئے تو بہت دور ایک آگ جلتی دیکھی خیال کیا کہ شاید کسی مسافر نے وہاں پڑاؤ کیا ہے جب ہم وہاں پہنچے تو ہم نے ایک عورت کو دو تین بچوں کے

ساتھ روتے پایا وہ رو رہے تھے اور عورت کہتی جاتی تھے اے خدا مجھے عمرؓ کا عرق بنا کر دے دے تاکہ میں سے بچوں کو پلا دوں اور ان کے پیٹ میں کچھ غذا جائے اس نے تو اپنا پیٹ بھر لیا ہے اور ہم فاقہ سے مر رہے ہیں جب حضرت عمرؓ نے دیکھا تو انہوں نے آگے بڑھ کر سلام کیا اور اندر آنے کی اجازت چاہی اس عورت نے جواب دیا اگر تمہارے ارادے نیک ہیں تو تم اندر آ سکتے ہو حضرت عمرؓ اندر آ گئے اور اس کا حال دریافت کیا اس نے جواب دیا ہم سفر کرتے ہوئے بھوکے اور تھکے ہارے یہاں پہنچے ہیں فاقہ نے ہمیں اتنا ہلکان کر دیا ہے کہ ہم سو بھی نہیں سکتے حضرت عمرؓ نے دریافت کیا اس ہنڈیا میں کیا ہے اس نے جواب دیا اس میں پانی ہے اس کے بہانے بچوں کو خاموش کر رہی ہوں امیر المومنین واپس آئے اور رات کے وقت ہی ایک آٹا فروش کی دکان کھلوائی ایک بوری آٹا خریدا اور اسے اپنے کندھے پر اٹھایا اور ایک پرچون فروش کی دکان سے تیل خریدا میں نے کہا اے امیر المومنین اسے مجھے اٹھانے دیجئے انہوں نے جواب دیا اگر تم نے یہ بوجھ اٹھالیا تو میرے گناہ کا بوجھ کون اٹھائے گا؟ اس عورت کی بد دعا کو کون روکے گا وہ رونے لگے اور سامان اٹھائے چلتے رہے یہاں تک کہ وہ اس عورت کے پاس گئے اس عورت نے دعا دی اور کہا اللہ تمہیں میری طرف سے جزائے خیر دے پھر حضرت عمرؓ نے کچھ پکانے کا تیل اور آٹا ہنڈیا میں ڈال اس کے نیچے آگ جلائی وہ آگ کو پھونکتے جاتے تھے ان کی ریش پر خاک پڑنے لگی لیکن جب تک کھانا نہیں تیار ہو گیا وہ آگ کو پھونکتے رہے پھر کھانے کو پیالہ میں ڈال کر بچوں کو کھانے کے لئے دیا اس عورت اور بچوں نے کھانا کھایا بعد میں حضرت عمرؓ نے کہا اے خاتون عمر کو بد دعا نہ دو کیونکہ اسے تمہارے اور تمہارے بچوں کے بارے میں خبر نہیں ہے یہ کہا اور چلے گئے۔ (۲۴)

خدمت خلق کے فوائد:

خدمت خلق کی اہمیت سے آگاہی کے بعد اس کے ذاتی معاشرتی، معاشی اور نفسیاتی فوائد کا مطالعہ کرتے ہیں۔ خدمت خلق فرد کی تربیت کا بڑا ذریعہ ہے اس کے باعث انسان رزائل اخلاق اور نفس کے فریب سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ دنیا میں فساد کا بڑا اسبب فرد کی حد سے بڑھی ہوئی حوس اس کی طبیعت کا بخل اور اس کا جبر و تشدد ہے یہ اس کی ہوس ہی تو ہے جس سے معاشرہ استحصال کا شکار ہوتا ہے یہ اس کے نفس کا غرور ہی تو ہے جو جبر و تشدد اور ظلم و دہشت کو جنم دیتا ہے اور یہ اس کا بخل ہی تو ہے جو معاشی زندگی کی نشو و نما روکنے کا باعث بنتا ہے نبی ﷺ نے ان اخلاقی بیماریوں کا علاج خدمت خلق کے ذریعہ کیا ہے، خدمت خلق کے لئے محبت شفقت اور ہمدردی و اخلاص کے علاوہ ایثار قربانی کا جذبہ ایک ناگزیر ضرورت ہے رسول اللہ ﷺ نے ایثار کی ترغیب دلائی قرآن پاک میں انصار کے ایثار کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا گیا:

"ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ ومن یوق شح نفسہ

فاولٰئک ھم المفلحون"۔ (۲۵)

(اور انصاری صحابہ اپنے اوپر تنگی ہی کیوں نہ ہو (ان مہاجرین بھائیوں کو) اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اور جو شخص اپنی طبیعت کو بخل سے محفوظ رکھے تو ایسے ہی لوگ فلاح پائیں گے)

مفسرین عظام و محدثین کرام نے اس آیت پر انصار کی ایثار نفسی و خدمت خلق کے حوالے سے بحث کی ہے، بخاری و مسلم میں اس انصاری کا واقعہ درج ہے جس نے خود بھوکے رہ کر مہمانوں کو کھانا کھلایا تھا۔ (۲۶) خدمت خلق کے ذریعہ ایک ایسا ماحول پیدا ہوتا ہے جس میں ہر فرد دوسرے کے لئے سوچتا اور عمل کرتا ہے چونکہ خدمت خلق سے فرد کے ذاتی مفادات کی قربانی ہوتی ہے اس لئے طبائع آسانی سے اس کی طرف مائل نہیں ہوتیں انبیاء علیہم السلام نے انسان کو اس کام کے لئے آمادہ کرنے پر بڑی محنت کی ہے۔ اللہ کی توحید کا شعور اور خلق خدا کے طریقے اختیار کئے ہیں، اسوہ حسنہ کا مطالعہ کرنے سے وہ گوشے واضح ہو جاتے ہیں، خدمت خلق کا سب سے زیادہ فائدہ خدمت کرنے والے کو ہوتا ہے اللہ تعالیٰ غیب سے اس کی مدد فرماتا ہے۔ اس کے اپنے کام بھی ہو جاتے ہیں اور آخرت کا اجر اس کے علاوہ ہے ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"قال رسول اللہ ﷺ واللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیہ" (۲۷)

حضور نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی مدد اس وقت تک کرتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے۔ اس کی مزید وضاحت اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

عن ابن عمران رسول اللہ قال، المسلم اخو المسلم لایظلمہ ولا یسلمہ ومن کان فی حاجة اخیہ کان اللہ فی حاجتہ ومن فرج عن مسلم کربة فرج عنہ کربة من کربات یوم القیامة۔ (۲۸)

(ابن عمر سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اس پر ظلم کرتا ہے نہ اس سے کنارا کرتا ہے جو آدمی اپنے بھائی کا کوئی مسئلہ حل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی بھی حاجت پوری کرتا رہتا ہے۔ اور جس نے اپنے بھائی کے دکھ میں حصہ لیا اللہ قیامت کے دن اس کی مشکل میں سے ایک مشکل کو دور کر دے گا۔ جس نے دنیا میں اپنے بھائی کی پردہ پوشی کی اللہ قیامت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا)

صرف یہی نہیں بلکہ اس کے بدلہ بہت بڑا اجر بھی ہے ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"من قضی لاخیہ حاجة کان بمنزلة من خدم اللہ عمرہ" (۲۹)

(اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنا ایسا ہے جیسے ساری عمر اللہ کی خدمت کرنا بلکہ خود لوگوں کے مفاد میں)

انہیں حکم دیتے ہوئے فرمایا:

''جو اپنی مشکلات حل کرانا چاہتا ہے اور خواہش مند ہے کہ اس کی دعائیں قبول ہوں تو جو

لوگ مشکلات کا شکار ہوں ان کے لئے آسانیاں پیدا کرے بیشک اللہ تعالیٰ مشکلات میں مبتلا لوگوں کی خدمت کو پسند کرتا ہے'' (۳۰)

دنیاوی فوائد کے ساتھ خدمت خلق کا اخروی فائدہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''من اغاث ملهوفاً كتب الله له ثلاثاً وسبعين مغفرة واحده منها صلاح امره كله وثنتان وسبعون له درجات يوم القيامة'' (۳۱)

جس نے مشکلات میں گھرے کسی شخص کی مدد کی تو اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں تہتر نیکیاں لکھے گا مغفرت کے ساتھ ان میں سے ایک بدلہ یہ ہے کہ اس کے تمام کام ہو جائیں گے اور بہتر درجات قیامت کے دن ملیں گے۔ اور جس طرح کی خدمت دنیا میں کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت میں اس سے بہتر اجر دیگا)

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

''من كسا مؤمنا على عرى كساه الله من استبرق الجنة ومن سقاه على الظماء سقاه الله من الرحيق المختوم ومن اطعمه من جوع اطعمه الله من ثمار الجنة'' (۳۲)

(جس نے کسی بغیر لباس مسلمان کو لباس پہنایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو جنت میں ریشم کا لباس پہنائیں گے جس نے دنیا میں کسی پیاسے کو پانی پلا دیا اللہ تعالیٰ اسے جنت کی شراب پلائیں گے جس نے کسی بھوکے کو کھانا کھلایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جنت کے پھلوں کو اس کی غذا بنائیں گے)

حضرت امام حسنؓ فرماتے ہیں میں بھی کسی کی ضروریات پوری کرنے کو دو ماہ اعتکاف کرنے سے زیادہ بہتر سمجھتا ہوں۔ (۳۳) خدمت خلق کے فوائد پر اور بھی بے شمار روایات ہیں لیکن میں اختصار کی خاطر اسی پر اکتفا کرتے ہوئے بحث کو آگے بڑھاتا ہوں۔

خدمت خلق کرنے والوں کی شرائط اور ذمہ داریاں:

خدمت خلق کرنے والوں کے لئے لازم ہے کہ وہ خدمت سے رضاء الٰہی کے طالب ہوں اور خدمت میں ثابت قدم رہیں چاہے تھوڑی خدمت کریں لیکن اس پر قائم رہیں تیسرے یہ کہ اس میں اخلاص نیت کو ملحوظ رکھیں نام ونمود نیکیوں کو ضائع کر دیتی ہے ملک کے حکمراں بھی ارشاد نبوی ﷺ کے مطابق ''امیر القوم خادمهم'' قوم کا امیر ان کا خادم ہوتا ہے۔ امام غزالیؒ حکمرانوں ان کے کارندوں اور خدمت گاروں کو نصیحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ہر حالت میں حکمران کو ایسے فیصلہ کرنے چاہیں کہ جیسے وہ رعیت کا ایک فرد ہے اور کوئی دوسرا حاکم

جو کچھ وہ اپنے لئے پسند نہیں کرتا ہے کسی مسلمان کے لئے بھی روا نہیں رکھے اگر ایسا نہیں کرتا ہے تو اپنی حاکمیت سے دھوکا اور خیانت کرتا ہے، غزوہ بدر کے دن رسول اکرم ﷺ سائے میں بیٹھے ہوئے تھے کہ جبریلؑ تشریف لائے اور کہا آپ ﷺ سائے میں بیٹھے ہوئے ہیں آپ ﷺ کے صحابہ دھوپ میں ہیں ایسا کیوں ہے جبریلؑ نے یہ بات اس طرح سے کہی کہ اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو دوزخ سے بچنا چاہتا ہے اور بہشت کا طالب ہے اسے چاہئے کہ اس کی زبان پر لا الہ الا اللہ کا ورد ہو، اور زندگی کے دوران کبھی کسی مسلمان کے لئے وہ نہ چاہے جو خود اپنے لئے پسند نہیں کرتا اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ جب کوئی کسی کی امداد کے لئے اٹھے تو اس کے دل میں اس کی امداد کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے علاوہ کوئی اور خیال نہ ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کا نیک بندہ ہے اور اگر وہ مسلمانوں کی ذمہ داریوں اور ان کی بہبود سے دلچسپی نہیں رکھتا ہے تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں۔ حاجت مندوں کو اپنی ڈیوڑھی پر انتظار کرا کے ان کی بے وقعتی نہیں کرو اس طرح سے انہیں لٹکائے رہنے سے اجتناب کرو جب تک مسلمانوں میں سے کسی ایک کو بھی تمہاری توجہ کی ضرورت ہے اپنی عبادت میں نوافل ادا کرنے میں مصروف نہ رہو کیونکہ مسلمانوں کی حاجات پوری کرنا ہر نفل پر فضیلت رکھتا ہے۔

ایک دن عمر بن عبدالعزیزؒ لوگوں کے مسائل سن کر حل کر رہے تھے ظہر کی نماز کا وقت آ پہنچا اٹھے گھر گئے اور بعد میں آرام کرنے لگے ان کے بیٹے نے ان سے پوچھا کیا آپ کو یقین ہے کہ اس وقت موت نہ آ جائے گی جب کہ کوئی آپ کے دروازے پر انتظار میں بیٹھا ہے کہ اپنی حاجت آپ کے سامنے پیش کرے آپ اس وقت ان کے حق ادا کرنے میں کوتاہی کر رہے ہیں قیامت کے دن اس پر آپ سے پرسش کی جائے گی فرمایا سچ کہتے ہو اٹھے اور اسی وقت منتظر بیٹھے لوگوں کے پاس چلے گئے۔

امام غزالیؒ حکمرانوں اور خدمت خلق کرنے والوں کے لئے فرماتے ہیں ایسی عادتیں نہ ڈالو کہ اپنی نفسانی خواہشات کو اپنے اوپر مسلط کر لو جان لو کہ خواہ کتنا ہی اچھا لباس کیوں نہ پہن لو اور کتنا ہی اچھا کھانا کیوں نہ کھا لو قناعت کی عادت بہتر ہے کیونکہ قناعت کے بغیر عدل ہونا ممکن نہیں ہے۔ عمر بن خطابؓ نے کسی پارسا مسلمان سے پوچھا کیا تم نے میری طرز زندگی کے متعلق کوئی قابل اعتراض بات سنی ہے؟ جواب دیا میں نے سنا ہے کہ آپ اپنی رکابی پر دو روٹیاں ڈالتے ہیں اور آپ کے پاس دو لباس ہیں ایک رات کے لئے اور ایک دن کے لئے دریافت کیا اور کچھ؟ کہا نہیں عمر نے فرمایا بخدا اب یہ دونوں نہیں ہوں گی۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں جو کام کرو اس میں نرمی اور مہربانی برتو نہ کہ درشتی رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہر حکمراں جو اپنی رعایا سے شفقت سے پیش نہیں آئے گا اس سے روز قیامت شفقت سے برتاؤ نہیں کیا جائے گا، اور دعا فرمائی کہ اے رب ہر حکمراں جو اپنی رعیت سے مہربانی کرتا ہے تو اس سے نرمی کر اور جو درشتی کرتا ہے تو اس سے درشتی کر حضور پاک ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ حکمراں اور صاحب

اختیار ہونا ان کے لئے باعث برکت ہے جو اس سے حق قائم کرتے ہیں لیکن ان کے لئے بری چیز ہے جو اس سے دوسرے کی حق تلفی کرتے ہیں۔ (۳۴)

تمام نیکیوں کی بنیاد رضائے الٰہی کا حصول ہے تمام عبادتیں اس کے بغیر بے کار ہو جاتی ہیں، آنحضورﷺ کے بعض ارشادات میں اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے، ایک صحابی نے آپﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! کوئی شخص اس لئے لڑتا ہے کہ مال غنیمت ہاتھ آئے کوئی اس لئے کہ وہ بہادر کہلائے اور کوئی اس لئے کہ اس کو شہرت حاصل ہو تو ان میں سے کون ہے جس کا عمل جہاد فی سبیل اللہ متصور ہوگا تو آپﷺ نے فرمایا:

"من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا فھو فی سبیل اللہ" (۳۵)

(جو اس لئے لڑتا ہو کہ اللہ کی بات بلند ہو وہی اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا ہے)

امام مسلم نے ابو ہریرہ سے طویل حدیث نقل کی ہے کہ جس کا کچھ حصہ ہم یہاں نقل کرتے ہیں، ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا گھوڑا باندھنا کسی کے لئے اجر کا باعث ہے کسی کے لئے پردہ پوشی ہے اور کسی کے لئے گناہ ہے، اجر کا باعث اس لئے جو اللہ کی راہ میں اسے باندھتا ہے تو اس کے چرنے اور پانی پینے کا بھی اس کو ثواب ملتا ہے، پردہ پوشی اس لئے ہے جو ضرورتاً اس لئے باندھتا ہے کہ خدا نے اس کو دولت دی ہے تو اس کو اپنی ضرورت کی چیز دوسروں سے مانگی نہ پڑے تو وہ رحم و شفقت کے ساتھ اس سے کام لیتا ہے اور اس کا حق ادا کرتا ہے اور گناہ اس کے لئے جو فخر اور نمائش کے لئے باندھتا ہے۔ (۳۶)

رضائے الٰہی اگر مقصود نہ ہو تو افادیت ختم ہو جاتی ہے۔ امام ترمذیؒ نے ابو ہریرہ کی ایک اور روایت نقل کی ہے جو اس موضوع کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے اس حدیث کو بیان کرتے ہوئے ابو ہریرہؓ غش کھا کر گر پڑے ابو ہریرہ نے حضورﷺ سے جو کچھ روایت کیا اس کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔ ان کے مطابق رسولﷺ نے فرمایا قیامت کے دن جب اللہ عدالت کے لئے اترے گا اور ہر امت گھٹنے ٹیکے ہوگی اس وقت سب سے پہلے ان کی پیشی کا حکم ہوگا جو قرآن کے عالم تھے اور جو جہاد میں مارے گئے تھے اور جو دولت والے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ عالم سے پوچھے گا کیا میں نے تجھ کو وہ سب کچھ نہیں سکھایا جو اپنے رسول پر اتارا تھا تو تم نے اس پر کیا عمل کیا؟ وہ عرض کرے گا بار الٰہی! میں شب و روز نماز میں قرآن پڑھتا تھا اللہ فرمائے گا تو جھوٹا ہے فرشتے بھی کہیں گے یہ جھوٹا ہے پھر اللہ فرمائے گا تو اس لئے کرتا تھا کہ لوگ کہیں کہ تو بڑا عالم اور قرآن خواں ہے تو دنیا میں تجھ کو یہ کہا جا چکا (یعنی تو اپنا پا چکا) پھر دولت مند سے اللہ فرمائے گا کیا میں نے تجھ پر دنیا کو کشادہ نہیں کیا یہاں تک کہ تو کسی کا محتاج نہیں رہا۔ وہ عرض کرے گا کیوں نہیں اے میرے رب! اللہ اس سے پوچھے گا کہ میں نے تجھ کو جو کچھ دیا اس میں تو نے کیا کیا؟ وہ جواب دے گا میں اہل استحقاق کا حق ادا کرتا تھا اور خیرات دیتا تھا، ارشاد ہوگا تو

جھوٹا ہے فرشتے بھی کہیں گے یہ جھوٹا ہے پھر ارشاد باری ہوگا تو اس لئے کرتا تھا کہ لوگ تجھے بڑا سخی کہیں تو یہ دنیا میں تجھ کو کہا جا چکا۔ (تو اپنا بدلہ پا چکا) اس کے بعد وہ لایا جائے گا جو جہاد میں مارا گیا اللہ اس سے دریافت کرے گا تو کس بات کے لئے مارا گیا؟ کہے گا خدایا تو نے اپنی راہ میں جہاد کرنے کا حکم دیا تھا تو میں لڑا یہاں تک کہ مارا گیا۔ اللہ فرمائے گا تو جھوٹا ہے۔ فرشتے بھی کہیں گے یہ جھوٹا ہے اللہ کہے گا تو تو اس لئے لڑا تھا کہ لوگ تجھ کو بہادر کہیں تو دنیا میں تجھ کو کہا جا چکا ہے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ لوگ ہیں جو جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ (۳۷) امیر معاویہ اس حدیث کو سن کر بہت روئے اور پھر کہنے لگے اللہ اور اس کا رسول ﷺ سچا ہے اور یہ آیت پڑھی جو اس حدیث کی تائید کرتی ہے۔

”من کان یرید الحیٰوۃ الدنیا وزینتھا نوف الیھم اعمالھم فیھا وھم فیھا لا یبخسون اولٰئک الذین لیس لھم فی الآخرۃ الا النار وحبط ماصنعوا فیھا وباطل ما کانو ایعملون“۔ (۳۸)

(جو کوئی دنیا کی زندگی اور اس کی رونق چاہتا ہو تو ہم اس کے عمل کا بدلہ اسی دنیا میں پورا کر دیں گے بغیر کچھ کم کئے ان لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں مگر آگ، اس دنیا میں انہوں نے جو بنایا وہ مٹ گیا اور جو کیا وہ برباد ہو گیا)

رضائے الٰہی کے حصول کی نیت ہی اخلاقی اور خدمت کے رویوں کو درست سمت عطا کرتی ہے۔ اسی لئے اسلام نے نیت کو بہت اہمیت دی ہے۔ نیت دراصل غرض و غایت متعین کر دیتی ہے۔ اگر نیت رضائے الٰہی کا حصول ہے تو تمام اعمال نتیجہ خیز ہیں اور اگر نیت کسی اور مقصد کے لئے ہے تو اس سے اخروی نتائج ضائع ہو جاتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے اپنی تعلیمات میں نیت یعنی قلبی ارادہ کو ہر اچھے اور برے کام کی بنیاد قرار دیا ہے۔ صحیح بخاری کے پہلے باب میں پہلی حدیث مروی ہے جس کو اس موضوع پر حروف آخر کہنا چاہئے۔

”انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ مانوی فمن کانت ھجرتہ الی اللہ ورسولہ فھجرتہ إلیٰ اللہ ورسولہ ومن کانت ھجرتہ إلیٰ دنیا یصیبھا أو امرأۃ تزوجھا فھجرتہ الیٰ ماھاجر الیہ“ (۳۹)

(انسان کے اعمال اس کی نیت پر موقوف ہیں۔ ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی وہ نیت کرے تو جس کی ہجرت اللہ اور رسول ﷺ کی طرف ہے تو اس کی ہجرت اللہ اور رسول ﷺ کی طرف ہے اور جس کی ہجرت کی غرض دنیا کمانا ہو یا کسی عورت کو پانا ہو کہ اس سے نکاح کرلے تو اس کی ہجرت اسی کی طرف ہے جس کی غرض سے اس نے ہجرت کی)

قرآن پاک نے اپنے بلیغ انداز میں اسی طرف اشارہ کیا ہے:

"ومن یرد ثواب الدنیا نؤته منها ومن یرد ثواب الآخرة نؤته منها"(۴۰)

(خدمت کے ذریعے جو دنیا کا بدلہ چاہے گا اس کو وہ دیں گے اور جو آخرت کا بدلہ چاہے گا اس کو وہ دیں گے)

اسلام خدمت خلق سے وابستہ تمام طبقوں حکمرانوں، ان کے کارندوں، خدمت کمیٹیوں سے وابستہ افراد سے خلق خدا کے لئے محبت وشفقت چاہتا ہے حضور ﷺ سے مروی احادیث میں لوگوں کے ساتھ نرم روی کو خصوصی اہمیت دی گئی ہے عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا ان اللہ یحب الرفق فی الامر کلہ (۴۱) "یعنی اللہ تعالیٰ تمام معاملات میں نرمی کو پسند کرتا ہے"۔ نفع بخشی وفیض رسانی اولین خدمت ہے جس کے لئے حضور ﷺ نے توجہ دلائی باہمی رحمت وشفقت کی اس پالیسی کو آپ ﷺ نے نہایت بلیغ انداز میں مسلمانوں کی جماعت کے حوالے سے بیان فرمایا: نعمان بن بشیرؓ کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ کو فرماتے سنا:

"تریٰ المومنین فی تراحمهم و توادهم وتعاطفهم کمثل الجسداذا اشتکیٰ عضو تداعی له سائر جسده بالسهر والحمی "(۴۲)

(تو مومنوں کو باہمی رحم دلی، دوستی اور باہمی مہربانی میں ایک جسم کی مانند پائے گا جب کسی عضو کو دکھ پہنچتا ہے تو سارا جسم بے خوابی اور تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے)

سید دو عالم ﷺ کو خالق کائنات نے جو مرتبہ عطا فرمایا تھا وہ بنی نوع انسان میں کسی کو نہیں ملا آپ ﷺ نے خود فرمایا:

"اناسیدولدآدم ولافخر"(۴۳)

(یعنی میں بنی آدم کا سردار ہوں اور اس پر اظہار فخر نہیں کرتا)

اللہ نے آپ ﷺ کو "رحمۃ للعالمین" کا لقب عطا فرمایا۔ دنیوی لحاظ سے آپ ﷺ معاشرے کے معزز فرد تھے آپ ﷺ کا خاندان عالی نسب اور نسب صاحب فضیلت تھا۔ منصب نبوت کے باعث آپ ﷺ کے پیروکار چشم آبرو کے اشارے پر بڑے سے بڑا کام کر گزرنے سے دریغ نہ کرتے بایں ہمہ آپ ﷺ میں غرور رشمہ بھر بھی نہیں تھا بلکہ آپ ﷺ کی ذات سے تواضع کے ایسے مظاہر منقول ہیں کہ انسان محو حیرت رہ جاتا ہے۔ غریب سے غریب شخص بیمار ہوتا تو عیادت کو تشریف لے جاتے۔(۴۴) مفلسوں اور فقیروں کے ساتھ بیٹھتے تو اس طرح بیٹھتے کہ امتیازی حیثیت کے باوجود کوئی آپ ﷺ کو پہچان نہ سکتا۔ کسی مجمع میں جاتے تو جہاں جگہ مل جاتی بیٹھ جاتے۔(۴۵) ایک دفعہ ایک شخص ملنے آیا لیکن آپ ﷺ کی شخصیت کا رعب اس قدر طاری ہوا کہ کانپنے لگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا گھبراؤ نہیں میں بادشاہ نہیں ایک قریشی عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا گوشت پکا کر کھایا کرتی تھی۔(۴۶) گھر کا کام کاج کرنے میں کوئی حرج محسوس

نہ کرتے۔ کپڑوں میں پیوند لگاتے دودھ دوھ لیتے، بازار سے سودا لاتے، غلاموں اور مسکینوں کے ساتھ بیٹھتے اور ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے سے کبھی پرہیز نہیں کیا۔(۴۷) جب دنیا کی سب سے عظیم شخصیت کا کردار یہ تھا تو قوم کے خادموں کا کیا کردار ہونا چاہئے۔ آپ خود غور فرمائیں۔

خدمت کے تین انداز:

خدمت کا ایک انداز یہ ہے کہ انسان اپنا مال ضرورت مندوں کے لئے وقف کردے دوسرا انداز یہ ہے کہ مال تو نہیں ہے لیکن اپنا وقت اور زندگی وقف کردے تیسری صورت یہ ہے نہ مال دے سکتا ہے نہ وقت لیکن اپنے تعلقات اثر ورسوخ کے ذریعہ لوگوں کے کام کرادے، جو انسان کے لئے ممکن ہو اسے کرنا چاہئے ارشاد ربانی ہے"لایکلف اللہ نفساً الا وسعھا (۴۸) یعنی انسان صرف اتنا ہی مکلّف ہے جتنا اس کی طاقت اور بس میں ہو ارشاد نبی ﷺ ہے:

"من مشی مع اخیہ فی حاجتہ فناصحہ فیھاجعل اللہ بینہ وبین النار یوم القیامۃ سبع خنادق بین الخندق والخندق کمابین السماء والارض"(۴۹)

(جو شخص اپنے کسی بھائی کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اس کے ساتھ گیا پھر اس کا وہ کام کیا تو اللہ تعالیٰ اس وقت صرف کرنے کے بدلے قیامت کے روز اس کے اور جہنم کے درمیان سات خندقوں کے برابر فاصلہ کردیں گے اور ان خندقوں کا حال یہ ہے کہ ان میں سے ایک خندق اتنی بڑی ہوگی جتنا زمین وآسمان کے درمیان فاصلہ ہے)

مال کے ذریعہ خدمت کی دو صورتیں ہیں ایک لازمی مال خرچ کیا جاتا ہے مثلاً صاحب نصاب پر سال پورا ہونے پر زکوٰۃ دینا لازم ہے روزہ کا فدیہ مال کی صورت میں دینا لازم ہے صدقہ فطر کی صورت میں مال خرچ کرنا لازم ہے لیکن یہاں میری بحث مالی واجبات کے علاوہ ہے کہ اس کے علاوہ انسان کے پاس جو کچھ مال ہے اسے ضرورت مندوں کے لئے وقف کردے اسلام ان جزبوں کی بہت قدر کرتا ہے۔

قرآن کریم کی رو سے انسان کی کمائی میں دوسروں کا بھی حق ہے ارشاد الٰہی ہے:"وفی اموالھم حق للسائل والمحروم"(۵۰) جن کے مالوں میں مانگنے والوں اور محروم کے لئے حق ہے۔

قرآن وسنت کی رو سے اخلاق کا تعلق ایمان باللہ سے ہے اس لئے اخلاق کی غرض وغایت رضائے الٰہی کا حصول ہے کسی رویئے کا حسن خلق ہونا دراصل اسی پر منحصر ہے اور اس کی حقیقی قدر وقیمت کا تعین بھی اسی سے ہوگا۔ انسان کی بڑی سے بڑی قربانی بھی اس کے بغیر اپنی تاثیر کھودیتی ہے قرآن پاک نے جان ومال کی قربانی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"ومن الناس من یشتری نفسہ ابتغآء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد" (۵۱)

(اور بعض ایسے ہیں جو اپنی جان کو اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے بیچتے ہیں اور اللہ ایسے بندوں پر مہربان ہے)

"ومن یفعل ذالک ابتغآء مرضات اللہ فسوف تؤتیہ اجراً عظیماً" (۵۲)

(اور جو یہ تمام کام اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کرے گا تو ہم اس کو بڑا اجر دیں گے۔)

کسی شخص کی مالی اعانت خدمت خلق کا بہت عمدہ نمونہ ہے بالخصوص جب اس میں کوئی ذاتی غرض وابستہ نہ ہو اس حقیقت کو سورۃ الیل میں واضح کیا گیا ہے مومن کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"الذی یؤتی مالہ یتزکی ومالأحدعندہ من نعمة تجزی الا ابتغآء وجہ ربہ الا علیٰ" (۵۳)

(جو اپنا مال صفائی اور پاکیزگی حاصل کرتے ہوئے دیتا ہے اس پر احسان نہیں ہے جس کو ادا کرنے کے لئے دیتا ہو بلکہ وہ اللہ کی ذات کی طلب کے لئے دیتا ہے)

خدمت خلق-تاریخ انبیاء کی روشنی میں:

جتنے بھی انبیاء کرام دنیا میں مبعوث ہوئے انہوں نے فریضہ نبوت کی ادائیگی کے ساتھ معاشرہ کی خدمت کی اور اس کے بدلہ کوئی معاوضہ بھی قبول نہیں کیا بلکہ فرمایا:"لانرید منکم جزاءً ولا شکورا" (۵۴) میں تم سے نہ بدلہ کا طالب ہوں نہ شکریہ کا۔"ان اجری الاعلیٰ اللہ"(۵۵) میری خدمات کا صلہ اللہ کے ذمہ ہے نوح علیہ السلام نے بحری بیڑہ بنا کر مومنین کو نجات سے ہم کنار کیا داؤد علیہ السلام نے لوہے سے مختلف اشیاء بنائیں نبوت کی پچھلی تاریخ میں جوانی کے دو کردار بہت مشہور ہیں ایک کردار حضرت موسیٰؑ کا اور دوسرا حضرت یوسف علیہ السلام کا حضرت یوسف ایک صاحب جمال نوجوان ہیں اور ایک صاحب جمال مصر کی خاتون (زلیخا) کے گھر میں ایک غلام کی حیثیت سے زندگی گذار رہے ہیں اور اس عورت کے ممنون احسان ہیں مگر جب وہ عورت اپنے اس پروردہ غلام کو دعوت عیش دیتی ہے تو یوسفؑ معاذ اللہ کہہ کر وہاں سے بھاگ پڑتے ہیں۔ پھر اس کے نتیجہ میں جیل خانہ کی مشقت کا دور آجاتا ہے۔ یوسفؑ جیل خانہ میں نہایت صبر و استقلال کے ساتھ قیدیوں کی خدمت کرتے ہیں اور ان میں دعوت حق پھیلاتے ہیں یہ امانت، شرافت اور خدمت کا اعلیٰ کردار ہے کہ خود عوام کو بھوک اور قحط سے بچانے کے لئے پیشکش کی"اجعلنی علی خزائن الار"(۵۶) دوسرا اخلاقی کردار جسے قرآن کریم نے نمایاں کر کے پیش کیا ہے حضرت موسیٰ کا ہے یہ قوت، امانت اور خدمت کی تینوں صفتوں کا اعلیٰ نمونہ ہے حضرت موسیٰؑ جس بادشاہ کی گود میں پلے ہیں اس بادشاہ کے مظالم اپنی قوم کے اوپر دیکھ کر بے تاب ہو جاتے ہیں، اور ایک موقع پر ایک قبطی کو طمانچہ مار کر بے جان کر دیتے ہیں یہ قوت اور جوش وجلال تھا پھر اس جوش حق کی پاداش میں وطن سے نکالے جاتے ہیں اور

حضرت شعیبؑ کے گھرانے کی خدمت کرتے ہیں۔ حضرت شعیبؑ کی بیٹی مصری نوجوان کو کنوئیں پر پانی پلاتا دیکھ کر باپ سے کہتی ہے:

"ان خیر من استاء جرت القوی الامین "(۵۷)

(اے باپ بلاشبہ اچھا ملازم وہ ہے جو طاقت ور اور امانت دار ہو)

یہ نوجوان شعیب کے گھر کی خدمت انجام دینے پر مقرر ہو جاتا ہے اور اس طرح پیغمبر کی تربیت میں رہ کر اپنے اخلاقی کردار کو پختہ کرتا ہے۔

اب نوجوان ہاشمی کو دیکھو! یہ کس ماحول میں آنکھیں کھولتا ہے؟ ایک ماحول ہے جوا، چوری، شراب اور قتل و غارت گری کا بازار گرم ہے۔ قومی شاعر اپنی بہنوں سے عشق بازی کرتے ہیں اور اس پر شاعری کرتے ہیں، بیٹا اپنی سوتیلی بیوہ ماں سے شادی کرتا ہے اس گندے معاشرے میں یہ ہاشمی نوجوان طاقت اور حسن و جمال کا پیکر ہے اور پھر تہذیب و شائستگی کا پتلا ہے اس کا دل اس کی نگاہ اور اس کے جذبات بے داغ ہیں اس کا بہترین مشغلہ خلق خدا کی خدمت اور تلاش حق ہے یوسفؑ کی شرافت اور موسیٰؑ کا جلال اس کے اعلیٰ اخلاقی کردار پر قربان ہے قوم اسے الصادق الامین کہہ کر پکارنے لگتی ہے اور اس کے اعلیٰ اخلاقی کردار کو خرج تحسین پیش کرتی ہے۔ (۵۸) بچپن میں بکریاں چرا کر خدمت انجام دیتا ہے جوانی میں مظلوموں کی مدد کرنے کا معاہدہ کرتا ہے (جسے حلف الفضول کہا جاتا ہے)۔

نبی کریم ﷺ کی خدمت خلق بذریعہ حلف الفضول:

یہ لفظ حلف اور حلف دونوں طرح استعمال ہوتا ہے اور حلف کے معنی قسم کے علاوہ معاملے کے بھی ہیں قبل اسلام مکہ میں اس نام کے دو معاہدے ہوئے تھے یہ وہاں کے چند نیک نیت باشندوں کے رضا کارانہ اقرار تھے کہ اپنے شہر میں کسی پر ظلم نہ ہونے دیں گے چاہے وہ شہری ہو یا اجنبی۔ پہلا معاہدہ شہر کے اولین آبادکاروں میں طے ہوا، قبیلہ جرہم کے تین سرداروں نے جن کے ناموں میں سے الفضل بن وداعہ پر سب کا اتفاق ہے اور باقی دو الفضل بن قضاعہ (یا الفضل بن فضالہ) اور الفضیل بن الحارث (یا الفضیل بن شراعۃ) بیان کئے جاتے ہیں حلف لے کر اقرار کیا تھا کہ اگر کسی کمزور و بے بس پر ظلم ہو تو ہم اپنے کنبوں سمیت مظلوم کی اس وقت تک حمایت کرتے رہیں گے، جب تک کہ ظلم کرنے والا اس کا حق نہ دے دے اور ضعیف کو قوی سے اور اجنبی کو مقام آدمی سے اس کا حق نہ دلا دیں۔ (۵۹) دوسرا معاہدہ بھی اسی طرح ہوا چند لوگوں نے کہا آؤ ہم ایک نیا حلف قائم کریں جو احلاف اور مطیبین کے حلف سے بھی بالا ہو، یہ لوگ عبداللہ بن جدعان کے مکان میں جمع ہوئے جس نے اس دن ان کے لئے بڑی شاندار ضیافت کی، آنحضرت ﷺ بھی جن کی عمر کوئی پچیس سال تھی اس میں شریک رہے اس امتیازی اور مقدس حلف کے لئے نہ تو (حلف العقت الدم کی طرح) خون چاٹنا مناسب معلوم ہوا اور نہ

(خلف مطیبین کی نہج پر) عطر لگانا بلکہ کعبۂ مکرمہ کے حجر اسود اور رکن یمانی کو مقدس زمزم کے جس پانی سے دھویا گیا تھا وہ پانی شرکائے حلف میں سے ہر ایک نے پیا، اسی ماخذ میں حلف کی جو عبارتیں ہیں ان میں سے بعض میں یہ صراحت ہے کہ حدود مکہ اور احابیش قبائل کے مسکونہ علاقے ہر دو تک یہ حلف وسیع و مؤثر ہوگا بعض روایتوں میں ملکی اور اجنبی کے ساتھ غلام و آزاد سے بھی انصاف کا ذکر ہے۔ (۶۰)

معاہدے کے الفاظ میں کہیں کہیں فرق ہے لیکن ان کا ماحصل یہ ہے، ۱۔ خدا کی قسم شہر مکہ میں کسی پر ظلم ہو تو ہم سب ظالم کے خلاف متحد ہوں گے، ۲۔ ہم اس حلف کی خلاف ورزی نہ کریں گے جب تک سمندر راسخ کو بھگوتا رہے اور جب تک حراء اور ثبیر کے پہاڑ اپنی جگہ قائم رہیں، ۳۔ زندگی میں سب باہم مالی اعانت (التاسی فی المعاش) کریں گے۔ حالی نے کہا ہے:

رہا ڈر نہ بیڑے کو موج بلا کا
ادھر سے ادھر پھر گیا رخ ہوا کا

لیکن یہ معاہدہ وقت گذرنے کے ساتھ از خود ختم ہو گیا اس لئے کہ اس میں کوئی نیا ممبر نہیں بنتا تھا پرانے ممبر سب مر گئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر اس معاہدہ کے بدلہ مجھے سرخ اونٹ بھی دیئے جاتے تو میں نہ لیتا اور آج بھی کوئی ایسے معاہدہ کے لئے بلائے تو میں تیار ہوں (۶۲) اس معاہدہ ہی کا اثر تھا ایک دفعہ ابو جہل نے ایک مسافر کا سامان دبا لیا وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آیا آپ ﷺ اسی وقت اس کے دروازہ پر پہنچے اور کہا ابو جہل فوراً اس کا مال حوالہ کر وابو جہل نے اس اجنبی مسافر کا سامان واپس کر دیا وہ جانتا تھا کہ حضور ﷺ قانوناً بھی اس کا مال حاصل کر کے حوالہ کر سکتے ہیں اس کے علاوہ آپ ﷺ کی ایک خدمت یہ بھی ہے کہ لوگ آپ ﷺ کے پاس اپنی امانتیں رکھتے تھے جب آپ ﷺ نے مکہ سے ہجرت کی تو بہت سے لوگوں کی امانتیں آپ ﷺ کے پاس تھیں جسے آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کے ذمہ لگایا کہ واپس کر دیں۔

حضور ﷺ کی خدمت خلق بذریعہ تنصیب حجر اسود:

حجر اسود نصب کرنے کا واقعہ مشہور ہے۔ قریش کعبہ کی از سر نو تعمیر سے فارغ ہو کر اس کی دیوار میں حجر اسود لگانے پر آپس میں جھگڑا کرنے لگے ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ یہ سعادت ہمارے حصہ میں آئے، بات اتنی بڑھی کہ تلواریں نکل آئیں، خون سے بھرے ہوئے پیالوں میں انگلیاں ڈبو کر قسمیں کھائیں جانے لگیں اور ان جھگڑے میں چار دن لگ گئے، پانچویں دن قریش کے بوڑھے سردار ابو امیہ نے یہ تجویز پیش کی کہ جو شخص صبح سب سے پہلے کعبہ میں آجائے اسی کو اس جھگڑے میں ثالث بنا لیا جائے سب نے اس سے اتفاق کر لیا، صبح کو ہر شخص سب سے پہلے پہنچنے کے ارادہ سے جلدی جلدی گھر سے نکلا لیکن حرم میں داخل ہو کر سب نے یہ دیکھا کہ عرب کا وہ جواں سال و جواں بخت نوجوان کعبہ میں سب

سے پہلے موجودہ ہے۔قرارداد کے مطابق حضورﷺ حکم بنا دیئے گئے۔آپﷺ چاہتے تو حجر اسود لگانے کا تنہا اپنے لئے فیصلہ کر سکتے تھے۔لیکن آپﷺ نے اس سعادت میں سب کو شریک کرنے کے لئے ایک تجویز پیش کی اور فرمایا جو جو قبیلے اپنے آپ کو اس شرف کا حقدار سمجھتے ہیں وہ اپنا ایک ایک نمائندہ چن کر مجھے دیں پھر آپﷺ نے اپنی چادر مبارک بچھائی اور اس پر حجر اسود رکھ دیا اور ان نمائندوں سے کہا کہ اس چادر کو سب مل کر اٹھائیں اور دیوار کعبہ کے پاس رکھ دیں اور پھر آپﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے حجر اسود کو اس کی جگہ نصب کر دیا۔

اس واقعہ سے اس نوجوان کی صلح پسندی اور دانش مندی کی دھاک بیٹھ گئی اور سردارانِ قوم کے سر اس کی اخلاقی عظمت کے سامنے جھک گئے۔(۶۳) یہ حضور اکرمﷺ کی نبوت سے پہلے کی چالیس سالہ زندگی کا مختصر خاکہ ہے جو شرافت،امانت اور خدمت کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

نبی کریمﷺ کی خدمت خلق پر چشم دید گواہی:

حضورﷺ کے اسی اخلاق کردار کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے وحی الٰہی کی پہلی آمد کے موقع پر حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے تسلی دیتے ہوئے آپ کی جن خصوصیات کو گنوایا ہے اس میں خدمت خلق کا پہلو بہت نمایاں ہے فرماتی ہیں۔

"واللہ مایخزیک اللہ ابدأ إنک لتصل الرحم وتحمل الکل وتکسب المعدوم وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق "(۶۴)

(خدا کی قسم! خدا تعالیٰ کبھی آپﷺ کو رسوا نہیں کرے گا،آپﷺ رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں۔لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں،بے روزگاروں کو کمانے کے قابل کرتے ہیں مہمانوں کی خاطر کرتے ہیں،اور لوگوں کی جائز مصیبت میں ان کی مدد کرتے ہیں)

اسی طرح ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے حضرت فاطمہؓ بنت اسدؓ ابو طالبؓ کی بیوی تھیں،فاطمہؓ نے شوہر کی وفات کے بعد حضورﷺ کے ساتھ محبت کا وہی سلوک کیا جو ان کے شوہر کرتے تھے اور پھر حضورﷺ نے بھی اپنی چچی کو ماں کے برابر سمجھا،شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے جذب القلوب میں لکھا ہے کہ جب فاطمہؓ کا انتقال ہوا تو حضورﷺ نے فرمایا چچا ابو طالبؓ کے بعد فاطمہ بنت اسدؓ سے زیادہ میرے ساتھ کوئی بھلائی کرنے والا نہ تھا جب ان کا انتقال ہوا حضور ﷺ ان کی قبر میں خود اترے اور اپنے ہاتھ سے لحد بنائی اور اپنے ہاتھ سے مٹی نکالی اور پھر اس قبر میں حضورﷺ لیٹ گئے پھر قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر فرمایا:

"جزاک اللہ من ام وربیبۃ خیراً فنعم الأم ونعم الربیبۃ"

(اے میری ماں اور اے میری پالنے والی خدا تمہیں جزائے خیر دے،کتنی اچھی ماں تھیں

اور کتنی اچھی پالنے والی)

آپ ﷺ نے فرمایا میں نے فاطمہؓ کو کفن کے لئے کرتا دیا تھا تا کہ خدا تعالیٰ انہیں بہشتی حلہ عطا فرمائے اور میں ان کی قبر میں لیٹا تا کہ خدا تعالیٰ اسے وسیع کر دے۔(۶۵)

آپ ﷺ نے جب لوگوں میں دعوت کا کام کیا ان میں مومنین صادقین بھی تھے، اور منکر معاندین بھی ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے ظرف کے مطابق آپ ﷺ کی عظمت کا اعتراف کیا ہے۔ مومنین صادقین میں جعفر طیارؓ کا بیان قابل توجہ ہے انہوں نجاشی کے دربار میں کھڑے ہو کر فرمایا:

اے بادشاہ! ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے بتوں کو پوجتے تھے مردار کھاتے تھے بدکاریاں کرتے تھے ہمسایوں کو ستاتے تھے، بھائی بھائی پر ظلم کرتا تھا زبردست زیردستوں کو کھا جاتے تھے، اسی اثناء میں ایک شخص ہم میں پیدا ہوا اس نے ہمیں تعلیم دی کہ ہم پتھروں کو پوجنا چھوڑ دیں، سچ بولیں، خونریزی سے باز آئیں، یتیموں کا مال نہ کھائیں ہمسایوں کو آرام دیں، عفیف عورتوں پر بدنامی کا داغ نہ لگائیں۔(۶۶)

مخالفین میں سے ابوسفیانؓ کا بیان جو انہوں نے حالت کفر میں قیصر روم کے دربار میں دیا تھا بڑی اہمیت کا حال ہے۔ اس مختصر بیان میں حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات کا جو نقشہ کھینچا اس سے آپ ﷺ کی شخصیت کا اندازہ ہو سکتا ہے اس نے بادشاہ کے سوال پر کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا کبھی عذر نہیں کیا۔ جب ہرقل نے ابوسفیان سے آپ ﷺ کی تعلیمات کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا:

"یقول، أعبدوا اللہ وحدہ ولا تشرکوا بہ شیئاً واترکوا مایقول آبائکم ویامرنا بالصلوۃ والصدق والعفاف والصلة"(۶۷)

(وہ کہتے ہیں، تنہا اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، تمہارے باپ دادا جو کہتے ہیں اسے ترک کر دو، وہ نماز، صداقت پاک دامنی اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں)

نبی کریم ﷺ نے ہمیشہ غریبوں، غلاموں، یتیموں اور بیواؤں کی خدمت کی۔ عرب معاشرے میں امیر و غریب کا امتیاز تھا اور امیر اپنے آپ کو برتر مخلوق تصور کرتا تھا۔ رسول کریم ﷺ نے غریبوں کو سربلند کیا، ایک مرتبہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے کہا غریب مفلس لوگ ہی جنت میں داخل ہوں گے۔(۶۹) غلاموں کے ساتھ اس معاشرے میں نہایت برا سلوک کیا جاتا تھا۔ آپ ﷺ ان پر خصوصی شفقت فرماتے تھے، فرمایا کرتے تھے کہ یہ تمہارے بھائی ہیں جو خود کھاتے ہو ان کو کھلاؤ اور جو خود پہنتے ہو ان کو پہناؤ، آپ ﷺ کی ملکیت میں جو غلام آئے ان کو آزاد کر دیا بلکہ غلاموں کی آزادی کو سب سے بڑی نیکی قرار دیا۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ غلاموں کو بچہ اور بھائی کہہ کر پکارو۔ آپ ﷺ نے مرض الموت میں سب سے آخری وصیت یہ فرمائی کہ "غلاموں کے معاملے میں اللہ سے ڈرنا" آپ ﷺ کی دعوت پر لبیک کہنے والوں میں بڑی تعداد غریبوں اور غلاموں کی تھی۔ اسی طرح آپ ﷺ

یتیموں اور بیواؤں کا خاص خیال رکھتے ،عرب معاشرے میں ان کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا جاتا تھا۔ یتیم بچوں کا مال کھا جاتے (۷۰) یتیم لڑکیوں پر ظلم کرتے اور بیواؤں کا کوئی پرسان حال نہ تھا آپ ﷺ مکہ میں صاحب اختیار نہ تھے اس لئے اخلاقی ہدایت فرماتے اور قریش کے جفا پیشہ رئیسوں کو ان کے مظالم کا احساس دلاتے جب مدینہ میں صاحب اختیار ہوئے تو یتیموں کی بہبود کے لئے اصول متعین کیے ان کی جائیداد اور ان کے مال کے تحفظ کا انتظام کیا آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ مسلمانوں کا بدتر گھر وہ ہے جہاں یتیم کے ساتھ بدسلوکی کی جاتی ہے۔(۷۱) آپ ﷺ کے طرز عمل سے پورا معاشرہ یتیموں کے لئے دار الشفقت بن گیا، بیواؤں پر ظلم ہوتا تھا ان کو شوہر کی جائیداد سے حصہ نہ ملتا تھا بلکہ وہ خود جائیداد کے ساتھ تقسیم ہوتی تھیں آپ ﷺ نے انہیں وراثت کا حق دار ٹھہرایا، رسول و نبی ﷺ کے سب سے عظیم مرتبہ پر فائز ہونے کے باوجود جس جفاکش نوجوان کو عرب کے تپتے ہوئے صحراؤں میں بکریاں چراتے دیکھا، کعبہ کی تعمیر کے وقت اپنے بڑوں کے ساتھ سر پر پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے دیکھا اس محنت پسند نوجوان کو رسول بننے کے بعد بھی مزدوروں میں سے ایک مزدور دیکھا۔

رسول اکرم ﷺ مکہ معظّمہ سے ہجرت کے بعد جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو سب سے پہلے قباء کے بستی میں قیام فرمایا آپ ﷺ یہاں چودہ دن ٹھہرے اور اس عرصہ میں خدا کی عبادت کے لئے مسجد نبوی کی اپنے ہاتھ سے بنیاد رکھی۔

یہ مسجد قباء کی تعمیر کا منظر ہے۔ آقائے دو عالم ﷺ اپنے رفیقوں کے ساتھ بھاری بھاری پتھر اٹھا کر لا رہے ہیں، بھاری پتھر کے بوجھ سے آپ ﷺ کا جسم نازک خم کھا رہا ہے، خدا کے رفیق دوڑ کر جاتے ہیں اور عرض کرتے ہیں ''ہمارے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں ہم لوگ کافی ہیں'' لیکن سرور عالم ﷺ جاں نثاروں کی درخواست قبول نہیں فرماتے اور دوسرا پتھر اٹھانے چلے جاتے ہیں۔

خدا کی زمین پر خدا کا گھر بنایا جا رہا ہے، خدا کے بندے آقا اور غلام خوشی سے پھولے نہیں سما رہے ہیں، یہ راج بھی ہیں اور مزدور بھی ہیں۔ سب مل جل کر کام کر رہے ہیں اور خوشی اور فخر کے جوش میں اپنے مالک کی بندگی کا ترانہ گاتے جاتے ہیں۔

افلح من یعالج المساجدا   ویقرء القرآن قائماً وقاعدا

ولا یبیت اللیل عنہ راقداً

(کامیابی اس شخص کے لئے ہے جو خانہ خدا تعمیر کرے اٹھتے بیٹھے قرآن پڑھے اور راتوں کو عبادت کے لئے جاگے)

کیسا عجیب سماں ہوگا اور کسی قدر روح پرور نظارہ ہوگا سرور عالم ﷺ ہر ہر قافیہ کے ساتھ صحابہ کرامؓ کی آواز ملا رہے ہیں اور خدا کے گھر کی تعمیر میں مل کر کام کر رہے ہیں۔

مسجد قبا کے بعد حضور اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ میں مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر کا کام شروع کیا محنت کے اس کام میں بھی سرور عالم ﷺ اور آپ ﷺ کے رفیقوں نے مل جل کر کام کیا۔ حضرت ابو سعید خدریؓ کا بیان ہے کہ ہم لوگ ایک ایک پتھر لا رہے تھے اور حضرت عمار ابن یاسرؓ دو دو پتھر لا رہے تھے اپنے اس زہد پسند رفیق کی اس مشقت کو دیکھ کر سرور عالم ﷺ کو ترس آ گیا۔ آپ ﷺ عمار کے پاس آئے اور اپنے مبارک ہاتھوں سے عمارؓ کی کمر سے مٹی جھارتے ہوئے عمارؓ کی حق پرستی پر ایک پیشن گوئی ارشاد فرمائی اور کہا:

عمارؓ! تمہیں خدا تعالیٰ استقامت عطا فرمائے تمہیں ایک نافرمان گروہ قتل کرے گا۔

محنت اور مشقت کے اس موقع پر بھی جی بہلانے کے لئے نہ کسی قسم کی بیہودہ گوئی ہے اور نہ فحش مذاق ہے بلکہ خداوند عالم کا ذکر ہے اور اس کی جناب میں دعا التجا ہے۔

"لاعیش الا عیش الاخرۃ اللّٰھم ارحم الانصار و المھاجرۃ"

(آخرت کی ابدی زندگی ہی حقیقی زندگی ہے اے اللہ! انصار و مہاجرین کی مغفرت فرما)

خدا کے مقدس گھروں کی تعمیر میں رسول پاک ﷺ کو ایک مزدور کی طرح خدمت کرتے ہوئے دیکھنے کے بعد اب میدان جنگ میں حملہ آور دشمنوں سے شہر کا بچاؤ کرتے ہوئے خندق کے کام میں رسول پاک ﷺ کو ایک محنت کش مزدور کی طرح دیکھو۔

خندق کی لڑائی عرب کے تمام قبیلوں کا مدینہ منورہ پر متحدہ حملہ تھا۔ یہ سب مل کر مدینہ کی پر امن قریہ کو اپنے ناپاک قدموں سے روند ڈالنا چاہتے تھے۔ اور رسول اکرم ﷺ ان کے حملے سے شہر کی حفاظت کرنے کا انتظام فرما رہے تھے۔

اس حملہ کے موقع پر حضرت سلمان فارسیؓ نے خندق کھود کر شہر کے بچاؤ کی تجویز رکھی رسول پاک ﷺ نے اتفاق کیا شہر سے باہر تشریف لائے خندق کی حدیں خود قائم کیں دس دس آدمیوں پر دس دس گز زمین تقسیم کر دی گئی پانچ گز گہری خندق کھودنے کا پروگرام ہے تین ہزار مجاہد صحابہ مزدور بنے ہوئے کھدائی کے کام میں مشغول ہیں، رسول اکرم ﷺ بھی ایک مزدور کی طرح کدال ہاتھ میں لئے زمین کھود رہے ہیں، سردی کی ٹھنڈی راتیں ہیں نہ کھانے کا ہوش ہے نہ پینے کا جانثار ساتھی فاقہ کے مارے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے ہیں، ایک رفیق نے بھوک کی شکایت کی اور اپنے پیٹ پر بندھے ہوئے دو پتھر سرکار ﷺ کو دکھائے سرکار دو عالم ﷺ نے اس رفیق کو اپنا پیٹ کھول کر دکھایا جس پر بھوک سے تین پتھر بندھے ہوئے نظر آتے ہیں صحابہ کرامؓ رسول اکرم ﷺ کی حالت دیکھ کر اطمینان ہو جاتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ خندق کی مٹی ٹوکریوں میں بھر کر خود پھینکتے جا رہے ہیں حالت یہ ہے کہ جب مٹی کی ٹوکری سر پر رکھتے ہیں تو اس میں سے مٹی چھن چھن کر آپ ﷺ کے اوپر گرتی ہے اور اس مٹی سے آپ ﷺ کے سینہ اقدس پر سنہری بالوں کی جو حسین دھاری ہے وہ مٹی میں اٹ جاتی ہے، لیکن

رسول پاک ﷺ راہ حق کی اس جدوجہد میں پورے ذوق وشوق کے ساتھ لگے ہوئے ہیں نہ بھوک کا احساس ہے نہ تکلیف کا نہ مشقت کا۔ خندق کی کھدائی میں صحابہ کرامؓ کے سامنے ایک نہایت سخت چٹان آجاتی ہے۔ صحابہ کرامؓ سرور دو عالم ﷺ سے شکایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ! یہ چٹان ہم سے نہیں ٹوٹتی سرور عالم ﷺ خود تشریف لاتے ہیں، اور کدال لیکر اس چٹان پر مارتے ہیں اور آپ ﷺ کی ایک ہی ضرب سے وہ چٹان ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہے۔

خدا کے گھر کی تعمیر اور شہر کی حفاظت کے کاموں میں ایک عام مزدور کی طرف رسول پاک ﷺ کی محنت ومشقت کی زندگی کا منظر آپ نے دیکھا اسی طرح گھریلو زندگی میں آپ ﷺ محنت کے کاموں میں کس بے تکلفی کے ساتھ اپنے گھر والوں کے ساتھ شریک رہتے تھے۔ اس کا حال حضرت عائشہؓ صدیقہ سے سنئے یہ آپ ﷺ کی رفیقہ حیات ہیں فرماتی ہیں:

"کان فی محنۃ اھلہ فاذا سمع الاذان خرج"(۷۲)

(حضور ﷺ گھر کے کاموں میں شریک رہتے تھے، البتہ جب اذان ہوتی تھی تو آپ ﷺ فوراً گھر سے مسجد میں چلے جاتے تھے)

آپ ﷺ کے خاندان کو یہ اعزاز حاصل تھا کہ زائرین کعبہ کو کھانا کھلایا کرتے تھے جب مکہ میں قحط پڑا لوگوں کی حالت خراب ہوگئی تو آپ ﷺ نے مشرکین مکہ کے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے گھر سے نکالا تھا غلہ ارسال فرمایا یہ نبی کریم ﷺ کی قبل از نبوت اور بعد از نبوت کی خدمات کی معمولی سے جھلک تھی جس کا ایک مضمون میں احاطہ ناممکن ہے۔

خدمت خلق کے مفہوم کی وسعت:

خدمت کا دائرہ بہت وسیع ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا اپنے بھائی کے لئے مسکرا دینا بھی صدقہ ہے حالانکہ اس مسکراہٹ سے بظاہر اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا مگر حقیقت میں یہ خیر سگالی جذبات کا اظہار ہے اسی لئے دوسری جگہ فرمایا جو اللہ اور یوم آخرت پر یقین رکھتا ہے اسے اچھی بات کہنی چاہئے ورنہ خاموشی اختیار کرے (۷۳) یعنی لوگوں کو ذہنی ایذاء نہ دینے کو بھی اچھا عمل قرار دے کر خدمت کے زمرے میں شامل کیا ہے۔ ابوموسیٰ اشعری روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا "ہر مسلمان پر صدقہ ہے، لوگوں نے کہا کہ اگر وہ نہیں کرسکتا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے ہاتھوں سے محنت کرنی چاہئے، اپنے آپ کو بھی فائدہ پہنچائے اور صدقہ بھی کرے۔ انہوں نے کہا کہ اگر وہ نہ کر سکے یا نہ کرے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ صاحب حاجت کی اعانت کرے کہا گیا اگر وہ نہ کرے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ بھلائی یا معروف کا حکم دے۔ حاضرین نے کہا کہ اگر وہ نہ کرے تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "فلیمسک عن الشر فانہ لہ صدقہ" (۷۴) وہ برائی کرنے سے رک جائے یہی اس کا صدقہ ہے"۔ نبی کریم ﷺ نے خدمت کے مفہوم کو مزید وسعت دیتے ہوئے فرمایا کل

معروف صدقۃ (۷۵) ہر اچھا کام صدقہ ہے اور اچھا کام زبان سے ہو یا جسم سے اس کو ایک روایت میں ایمان کا حصہ قرار دیتے ہوئے فرمایا ایمان کی ستر سے اوپر یا ساٹھ سے اوپر شاخیں ہیں ان میں افضل اور برتر شاخ ''لا الہ الاالہ'' کا قول ہے اور ''ادنیٰ شاخ اما طۃ الاذی عن الطریق ''(۷۶) راستہ سے تکلیف کو دور کرنا ہے یعنی راستہ میں پتھر یا درخت یا گندگی پڑی ہے جس سے گذرنے والوں کو تکلیف ہوتی ہے اسے ہٹا دینا بھی نیکی ہے۔ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں نے ایک شخص کو جنت میں چلتے پھرتے دیکھا (اور اس کے جنت میں جانے کی نیکی یہ تھی) اس نے راستہ میں موجود ایک درخت کاٹ دیا تھا جس سے راہ چلتے لوگوں کو تکلیف ہوتی تھی (۷۷) اس خدمت کے دائرہ کو امیر غریب دونوں پر وسعت دیتے ہوئے فرمایا:

''کل معروف یصنعه احدکم الی غنی اوفقیر فهو صدقة '' (۷۸)

(ہر وہ کام جو خواہ کسی غریب کو فائدہ پہنچانے کے لئے کیا جائے یا امیر کو وہ صدقہ ہے گویا انسان جس طرح خدمت خلق کا کام انجام دے سکتا ہے دیتا رہے)

اتر کر حراء سے سوئے قوم آیا
اور ایک نسخہ کیمیا ساتھ لایا

اہل وعیال اور یتیموں کی خدمت:

انسان اگر اپنا اور اپنے اہل وعیال بیوی بچوں کا خرچ اٹھاتا ہے اور ان کے مسائل حل کرتا ہے تو اگر چہ وہ یہ کام اپنے لئے کر رہا ہے لیکن اسلام نے اس خدمت کو بھی اس کے لئے باعثِ ثواب قرار دیا ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

''کل معروف صدقةو کل ماانفق الرجل علی نفسه واهله کتب له به صدقةله وماوقی به عرضه کتب له صدقة''(۷۹)

(ہر نیک کام صدقہ ہے اور انسان جو حلال کمائی کی رقم اپنے یا اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بھی اس کی جانب سے صدقہ کی مد میں لکھ لیتے ہیں جو بچتا ہے وہ بھی صدقہ میں شمار کیا جاتا ہے حالانکہ اس نے یہ خرچ اپنی اولاد کی محبت میں کیا مگر اسے بھی عبادت سمجھا گیا)

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

''الخلق کلهم عیال اللہ وأحب الخلق الی اللہ من احسن الی عیاله''(۸۰)

(تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ کے نزدیک محبوب وہ ہے جو اپنے کنبہ کے ساتھ اچھا سلوک کرے)

زمانہ جاہلیت میں عرب اپنی بچیوں کو زندہ زمین میں گاڑ دیا کرتے تھے۔ رحمت دو عالم ﷺ

نے اس ظالمانہ اور قبیح رواج کا یکسر خاتمہ کر دیا۔ پھر بھی بعض لوگ بیٹیوں کو اچھا نہ سمجھتے تھے۔ ایک دفعہ ایک صحابی نے پوچھا ''یارسول اللہ اگر کسی شخص کی تین بیٹیاں ہوں اور بیٹا کوئی نہ ہو تو پھر؟''

حضور ﷺ نے فرمایا ''دو یا تین تو کیا اگر کوئی شخص اپنی ایک ہی بیٹی کے ساتھ بھلا برتاؤ کرے اور اسے اچھی تربیت دے تو اللہ تعالیٰ اسے دوزخ کی آگ سے بچالے گا یعنی دو یا تین یا زیادہ بیٹیوں سے حسن سلوک تو اور بھی زیادہ اجر و ثواب کا مستحق بنا دیتا ہے۔(۸۱)

رحمت عالم ﷺ بچوں پر نہایت شفیق و رحیم تھے اور اس میں دوست اور دشمن کے بچے کی کوئی تخصیص نہ تھی، بچے آپ کو دیکھتے تو لپک کر آپ کے پاس پہنچ جاتے تھے آپ ﷺ بچوں کے پاس پہنچ جاتے تھے ایک ایک کو گود میں اٹھاتے پیار کرتے اور کوئی کھانے کی چیز عنایت فرماتے کبھی کھجوریں کبھی تازہ پھل اور کبھی کوئی اور چیز کافروں سے جنگ ہوتی تو حضور ﷺ صحابہؓ کو حکم دیتے کہ دیکھو کسی بچے کو مت مارنا، وہ بے گناہ ہیں انہیں کوئی تکلیف نہ ہونے پائے ایک بار فرمایا جو کوئی بچوں کو دکھ دیتا ہے، اللہ اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔

ایک مرتبہ سرور عالم ﷺ عید کے دن کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں ایک بچے کو دیکھا جو دوسرے بچوں سے الگ تھلگ سخت مغموم و افسردہ بیٹھا تھا۔ حضور ﷺ نے اس بچے سے پوچھا ''بیٹے کیا بات ہے تم مغموم کیوں بیٹھے ہو حالانکہ تمہارے ساتھی کھیل کود رہے ہیں، بچے نے جواب دیا کہ میرا باپ فوت ہو گیا ہے اور ماں نے دوسری شادی کر لی ہے۔ اب میرا سرپرست کوئی نہیں''۔

حضور ﷺ نے فرمایا ''کیا تم کو یہ پسند نہیں کہ محمد ﷺ تمہارا باپ ہو، عائشہؓ تمہاری ماں ہو اور فاطمہؓ تمہاری بہن ہو، بچہ خوش ہو گیا اور رحمت عالم ﷺ نے اسے اپنے سایہ عاطف میں لے لیا۔ (۸۲) حالی نے اسی موقع پر کہا ہے:

فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ

پڑوسیوں کی خدمت:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے ''فلیکرم جارہ ''(۸۳) اپنے پڑوسی کی عزت کرے اس کو تکلیف نہ پہنچائے اس کا جو کام کر سکتا ہے وہ کر دے۔

''عن عبداللہ بن عمرو قال، قال رسول اللہ، خیر الاصحاب عند اللہ خیر هم لصاحبه و خیر الجیران عند اللہ خیر هم لجاره''(۸۴)

(عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے ہاں بہترین دوست وہ لوگ ہیں جو اپنے دوستوں کے لئے بہترین ہیں اور اللہ کے ہاں بہترین ہمسائے وہ ہیں جو اپنے ہمسایوں کے لئے بہترین ہیں۔)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا جبرائیل علیہ السلام مجھے پڑوسی کے بارے میں تلقین کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے خیال ہوا شاید پڑوسی کو وارث بنا دیا جائے گا۔(۸۵) فرمایا پڑوسی کا کم از کم حق یہ ہے کہ اسے اپنی ہنڈیا کی خوشبو سے تکلیف نہ پہنچائے مگر یہ کہ اس کے لئے اس میں سے حصہ نکال دے (۸۶) یعنی جو کچھ پکائے اس میں سے پڑوسی کو بھی دے یہ پڑوسی کا کم سے کم حق ہے، اور فرمایا جس کا گھر جتنا زیادہ نزدیک ہے وہ پڑوسی آپ کی خدمت اور تعاون کا زیادہ حق دار ہے اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ معاشرتی تعاون کو خدمت کے ذریعہ کس قدر مضبوط بنایا گیا ہے۔

بیوہ خواتین اور مسکین کی خدمت- جہاد کی مانند:

حضور اکرم ﷺ سے پہلے دنیا میں بیوہ عورتیں سماج میں بڑی کسمپرسی کی زندگی گذارتی تھیں، ہندوستان میں شوہر کے ساتھ جل جاتی تھیں، عرب میں بیوہ عورت وارث کی ملکیت بن جاتی تھی۔ اور وہ مالک ان کے ساتھ ہر قسم کا غیر انسانی سلوک کرتا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے بیوہ عورتوں کو اس ذلت سے نکالا اور اسے سماج میں عزت کا مقام عطا کیا۔ خود حضور ﷺ نے آٹھ بیوہ عورتوں کو اپنے حرم پاک میں داخل کیا اور بیوہ کے ساتھ نکاح کو اپنی سنت بنا دیا۔ بیوہ کی خدمت کو جہاد کے برابر درجہ عطا فرمایا ایک حدیث میں فرمایا میں قیامت کے دن سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھولوں گا تو دیکھوں گا ایک عورت مجھ سے بھی پہلے اندر جانا چاہتی ہے میں پوچھوں گا تو کون ہے تو وہ کہے گی کہ میں ایک بیوہ عورت ہوں جس کے چند ننھے یتیم بچے تھے۔(۸۷) نبی کریم ﷺ نے بیواؤں کی خدمت کو عظیم نیکی قرار دیتے ہوئے فرمایا:

> ''بیوہ اور مسکین کے لئے دوڑ دھوپ کرنے والا ایسا ہے جیسا خدا کی راہ میں کوشش کرنے والا، راوی کہتا ہے میں گمان کرتا ہوں کہ آپ نے یہ بھی فرمایا جیسے وہ نمازی جو نماز سے نہیں تھکتا اور روزہ دار جو اپنا روزہ نہیں توڑتا'' (۸۸)

دوسری حدیث میں فرمایا:

> **"الساعی علی الارملة والمسکین کالمجاهد فی سبیل الله، و کالذی یصوم النهار و یقوم اللیل"(۸۹)**

> (بیوہ اور غریب کے لئے دوڑ دھوپ کرنے والا خدا کی راہ کے مجاہد کی طرح ہے اور اس کے برابر ہے جو دن بھر روزہ رکھتا اور رات بھر نماز پڑھتا ہے)

آپ ﷺ کی یتیم پروری اور غریب نوازی ایک مسلمہ حقیقت تھی جسے دوست دشمن سب تسلیم کرتے تھے۔ ایک شہری کی نفع بخشی اگر اس حد تک پہنچی ہو تو اس کی عظمت کا کیا ٹھکانہ ہے۔ بیواؤں کی خدمت کی بہت سی صورتیں تھیں ان کی مالی مدد کرنا ان کا سودا سلف بازار سے لا دینا ان کی شادی کروا دینا ان کی اولادوں کی شادی کروا دینا اور ان کے مسائل حل کرنا وغیرہ۔

فوجیوں، حاجیوں اوران کے اہل خانہ کی خدمت:

جولوگ اللہ کی راہ میں نکلتے ہیں حج کرنے کے لئے یا جہاد کرنے کے لئے تو ان کے اہل خانہ کے مسائل حل کرنا بھی مسلم معاشرہ کی ذمہ داری ہے اور یہ خدمت بڑے اجر وثواب کا باعث ہے ارشاد نبوی ﷺ ہے:

من جهز غازيا في سبيل الله او خلفه في اهله كان له مثل اجره من غير ان ينقص من اجره شيئا۔ (۹۰)

(جس نے کسی مجاہد کے لئے سامان جنگ تیار کر کے دیا یا زادِ راہ مہیا کیا یا اس کی غیر موجودگی میں اس کے اہل خانہ کا خیال رکھا (یعنی ان کی ضروریات پوری کیں) تو اس کو بھی اس مجاہد کے برابر ثواب ملے گا اور مجاہد کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوگی)

اسی طرح جس کسی نے حاجی کے لئے اخراجات حج مہیا کیا یا اس کی غیر موجودگی میں اس کے اہل خانہ کا خیال رکھا (یعنی ان کی ضروریات پوری کیں) تو اس کو بھی اس حاجی کے برابر ثواب ملے گا اور حاجی کے ثواب میں کوئی کمی بھی نہیں ہوگی۔

ایسے لوگ دراصل ایک قومی یا مذہبی ذمہ داری کو ادا کرنے کے لئے نکلتے ہیں اس لئے آپ ﷺ نے مسلمانوں پر ان کی خدمت اور دیکھ بھال کو لازم قرار دینے کے ساتھ بڑے اجر کی بھی خوشخبری سنائی ہے۔ حضرت خبابؓ ایک جنگی مہم پر گئے ہوئے تھے ان کے گھر میں کوئی مرد نہیں تھا۔ گھر کی خواتین جانوروں کا دودھ دوھنا نہیں جانتی تھیں تو نبی کریم ﷺ روزانہ خبابؓ کے گھر جا کر جانوروں کا دودھ دوھتے تھے۔ (۹۱) اور اس خدمت کو عملاً کر کے اپنے حکم اور قول کی تصدیق فرمائی۔

نبی کریم ﷺ معذوروں (اسپیشل لوگوں) کی دل جوئی فرمانے میں بھی کوئی عار محسوس نہیں کرتے تھے۔ امام بخاری نے ایک روایت نقل کی ہے:

''ابراہیم بن ابی عبلہ بیان کرتے ہیں کہ میری بیوی بیمار ہوگئی میں ام درداءؓ کے پاس آیا کرتا تھا، تو وہ مجھ سے پوچھا کرتی تھیں کہ تیری بیوی کا کیا حال ہے؟ میں کہتا بیمار ہے تو وہ میرے لئے کھانا منگواتیں میں کھانا کھا کر واپس آجاتا تھا ایسا کئی بار ہوا، ایک مرتبہ جب میں ان کے پاس آیا تو انہوں نے پوچھا تیری بیوی کا کیا حال ہے؟ میں نے کہا ٹھیک کے قریب ہے کہنے لگیں، میں تیرے لئے کھانا منگوایا کرتی تھی جب تم نے ہم کو یہ بتایا تھا کہ میری بیوی بیمار ہے اب جب کہ وہ ٹھیک کے قریب ہے تو ہم تیرے لئے اب کوئی چیز نہیں منگواتے'' (۹۲)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس کسی کی بیوی بیمار ہو اور اس کے گھر میں کھانا پکانے کا انتظام نہ ہو تو اس کے کھلانے پلانے کا دھیان رکھنا چاہئے یہ بھی خدمت کی ایک قسم ہے۔

مسافروں اور مہمانوں کی خدمت:

اجنبی یا غیر اجنبی مہمان اور مسافر دونوں اپنے گھر سے دور ہوتے ہیں دونوں ضرورت مند ہوتے ہیں اس لئے ان کی خدمت کارِثواب ہے مسافروں اور مہمانوں کے لئے سرائے تعمیر کرنا ان کے کھانے کا انتظام کرنا مسلم معاشرہ کی ذمہ داری ہے قرآن کریم میں زکوٰۃ کی ایک مد مسافروں کی خدمت کے لئے مخصوص ہے خواہ مسافر غریب ہو یا دولت مند اسی طرح تین دن تک ہر مسلمان پر لازم قرار دیا گیا ہے کہ وہ ان کے کھانے پینے رہنے کا انتظام کرے تین دن کے بعد اختیار ہے مہمان داری کرے یا نہ کرے۔ ارشاد نبی ﷺ ہے:

"تطعم الطعام و تقرئ السلام علی من عرفت و من لم تعرف" (۹۳)

(یعنی ہر شخص کو کھانا کھلاؤ اور سلام کرو خواہ وہ جاننے والا ہو یا اجنبی ہو)

قرآن نے مسلمانوں کی صفت بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ اپنی بھوک کو روک کر مسکینوں یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں اور کہتے ہیں ہم تو صرف اللہ کی خوشنودی کے لئے تمہیں کھلا رہے ہیں ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ۔ (۹۴)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے "فلیکرم ضیفه" (۹۵) اپنے مہمانوں کی عزت کرے، مسافر خدمت یہ بھی ہے کہ اسے منزل تک پہنچا دیا جائے اس کی صحیح رہنمائی کی جائے اس کے مال کی حفاظت کی جائے ایک اور حدیث میں مہمانوں و مسافروں کو اللہ کی رحمت قرار دیا گیا ہے۔

مشورہ یا سفارش کے ذریعے خدمت خلق:

انسان قدم قدم پر اچھے مشورہ کا محتاج ہوتا ہے زندگی کی پیچیدہ راہوں میں اسے تعاون کی ضرورت ہوتی ہے اپنے حق کے حصول کے لئے سفارش کی ضرورت پڑتی ہے بالخصوص آج کے مروجہ قوانین میں انسان کو صاحب علم سے مشورہ کی ضرورت پیش آتی ہے وکلاء اور ماہرین تجارت صنعت وزراعت سے مشورہ چاہئے ہوتا ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا مشورہ امانت ہوتا ہے اس لئے جو شخص مشورہ مانگے اسے پوری دیانت وامانت کے ساتھ صحیح مشورہ دیا جائے اس کا دنیاوی واخروی اجر ہے اور اگر کوئی کسی مشکل میں پھنس جائے پولیس ناجائز گرفتار کرلے غلط الزام لگ جائے تو اس کی رہائی کے لئے سفارش کرنا اس کو سزا سے بچانے کے لئے سفارش کرنا یا کسی بے روزگار کو روزگار دلانے کے لئے اس کی سفارش کرنا بھی باعث ثواب ہے بشرطیکہ اس سفارش سے کسی حق دار کی حق تلفی نہ ہو رہی ہو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"من دل علی خیر فله نصف اجر فاعله" (۹۶)

(جس کسی نے خیر کی طرف رہنمائی کی تو اسے اس پر عمل کرنے والے کا نصف اجر ملے گا)

اسی طرح ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"عن ابی موسی عن النبی ﷺ انه کان اذااتاہ السائل اوصاحب الحاجۃ قال اشفعوافلتوجرواویقضی اللّٰہ علی لسان رسولہ ماشاء "(۹۷)

(ابوی موسیٰ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ کے پاس کوئی سائل یا ضرورت مند آتا تو فرماتے، سفارش کروتا کہ تم کو اجر دیا جائے اوراللہ تعالیٰ اپنے رسول کی زبان پر جو چاہتا ہے حکم کرتا ہے)

ایک دوسری حدیث حضرت عائشہؓ سے یوں مروی ہے کہ:

"جوشخص اپنے کسی مسلمان بھائی کوکسی صاحب اقتدار سے ملوانے یااس کوفائدہ پہنچوانے یااس کی کسی مشکل کوحل کروانے کے لئے لےکر گیا گو اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ اس مسلمان کی قیامت کے دن صراط مستقیم پر سے گذرتے ہوئے مدد کرے گا جہاں سے گذرتے ہوئے لوگوں کے قدم ڈگمگا جائیں گے" (۹۸)

حکومت نے لوگوں کے مسائل حل کرنے کے لئے جن افراد کو ذمہ داریاں سونپی ہیں انہیں اس پرغور کرنا چاہئے کہ کتنا بڑا اجر ہے حتی کہ صرف سفارش کرکے کسی کو اس کا حق دلانا بھی خدمت خلق کی بہترین شکل اور بہترین اجر کا ذریعہ ہے۔

مظلوموں کی مدد:

خدمت خلق کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ معاشرہ میں جن افراد وطبقات پر ظلم ہو رہا ہو زیادتی کی جارہی ہو ان کی مدد کی جائے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایمان کا پہلا درجہ یہ ہے کہ انسان طاقت کے ذریعہ اس برائی یا ظلم وزیادتی کوروکے دوسرا درجہ یہ ہے کہ زبان سے روکے اس کے خلاف زبان وقلم سے احتجاج کرے اورایمان کا آخری درجہ ہے کہ اسے برا سمجھے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"أنصر أخاک ظالماًاو مظلوماً" (اپنے بھائی کی مدد کرو ظالم ہو یا مظلوم)

یعنی ظالم ہے تو ظلم سے روکو مظلوم ہے تو اس کو ظلم سے بچاؤ۔ حضرت براء ابن عازب فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا ہے اس میں سے ایک یہ ہے کہ مظلوم کی مدد کی جائے۔ (۹۹) امام نوویؒ نے مظلوم کی مدد کو فرض کفایہ قرار دیا ہے اگر کسی کا گھر برباد کیا جارہا ہو کسی کو قتل کیا جارہا ہو یااس کی عزت وآبرو لوٹی جارہی ہو تو دوسروں پر اس کی مدد کرنا لازم ہے اگر کوئی مدد نہیں کرے گا سب گناہ گار ہوں گے اوراس میں کوئی تخصیص نہیں کہ مظلوم مسلم ہو یا غیر مسلم۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"دعوۃ المظلوم تستجاب وان کان کافراً" (۱۰۰)

(مظلوم کی دعاء قبول ہوتی ہے اگرچہ وہ مظلوم کافر ہی کیوں نہ ہو)

اگر معاشرہ کے افراد اس حدیث پر عمل شروع کردیں تو آج ہی ملک سے ظلم قتل عام بھتہ خوری اور لوٹا ماری کا سلسلہ ختم ہوسکتا ہے اگر ہرایک دوسرے کا تماشا دیکھتا رہے گا تو یاد رکھنا چاہئے کل وہ

خود بھی تماشہ بنے گا۔(اللّٰھم احفظنا منہ)

خدمت خلق میں مسلم وغیر مسلم کی تخصیص نہیں:

جیسا کہ اوپر انبیاء علیہم السلام کے ذکر میں تحریر کیا گیا تھا کہ نبی کریم ﷺ نے حلف الفضول کے ذریعہ ہر مظلوم کی مدد اور معاشرہ کی بلا تخصیص مذہب خدمت کی۔اسی طرح تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ بلا تخصیص مذہب سب کی خدمت کریں مسلمانوں کی خدمت سے یقیناً ڈبل اجر ملے گا ایک مستحق ہونے کی وجہ سے دوسرے مسلمان بھائی ہونے کی وجہ سے لیکن انسان ہونے کے ناطے سے تمام انسان خدمت کے مستحق ہیں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"الخلق عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ من أحسن الی عیالہ" (۱۰۱)

(مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ کے نزدیک محبوب ترین وہ ہے جو اس کے کنبے سے اچھا سلوک کرتا ہے،اس میں مسلم وغیر مسلم کی کوئی تخصیص نہیں کی گئی ہے۔

آفت زدگان کی خدمت:

آفت کی مختلف صورتیں ہیں کبھی زمین سے زلزلہ کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے اور آبادیوں کو تہ و بالا کرنے کے ساتھ انسانوں کو بھی تباہ کردیتی ہے کبھی آفت سمندری طوفان کی صورت میں آتی ہے اور ساحل کی حد سے نکل کر آبادیوں میں داخل ہو جاتی ہے، مکانات تباہ ہو جاتے ہیں، ڈوب جاتے ہیں انسان اور حیوان، ڈوب کر ہلاک ہو جاتے ہیں، کبھی آفت طوفانی ہواؤں کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے اور مکانات کو تباہ کرتی ہے جس کی زد میں آ کر انسان بھی ہلاک ہوتے ہیں یہ آفت کبھی آتش فشاں کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے اور راکھ اڑا کر لاوا بہا کر آبادیوں اور ان کے رہنے والوں کو جلا کر خاک بنا دیتی ہے۔

میں یہاں صرف ایک آفت زلزلہ کا جائزہ پیش کرنا چاہوں گا کہ وہ زمین جسے اللہ نے انسانوں کے لئے رحمت بنایا ہے جس پر ہم کھیتی باڑی کر کے غذا حاصل کرتے ہیں رات کو اس پر آرام کرتے ہیں لیکن یہ زمین کبھی کبھی زحمت کا باعث بن جاتی ہے۔

ہمارا پڑوسی ملک چین متعدد مرتبہ زلزلہ سے تباہ ہو چکا ہے، ان دنوں جب کہ پاکستان ایک ہولناک زلزلے کے اثرات اور مسائل سے دوچار ہے، مجھے چین اور ان کے لوگ یاد آئے، چینی متعدد آفات سے گزرے ہیں اور ان کا سامنا انہوں نے بے مثال بردباری اور وقار سے کیا ہے، یہ ان کے قومی مزاج کا حصہ ہے، یہی وہ مزاج ہے جس نے ان سے دیوار چین تعمیر کرائی جسے انسان کا سب سے بڑا تعمیراتی کام قرار دیا جاتا ہے۔

چین کے صوبے شانکسی میں ۱۵ر فروری ۱۵۵۶ء کو دنیا کا بدترین زلزلہ آیا جس میں اندازاً آٹھ لاکھ تیس ہزار افراد ہلاک ہوئے، اتنے بڑے پیمانے پر ہونے والی ہلاکتوں، عمارتوں، سڑکوں اور مال و متاع کی تباہی کے بعد ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ یہ علاقہ ہمیشہ کے لئے ایک ویرانے میں بدل جاتا اس

کے قریب سے گزرنے والے ان کھنڈرات پر ایک نظر ڈالتے آہ بھرتے اور گزر جاتے لیکن مصیبتوں پر واویلا کرنا چینیوں کے مزاج کے خلاف ہے۔

سولہویں صدی تو بہت پرانی بات ہے بیسویں صدی میں بھی چین مہیب زلزلوں سے گزرا ہے۔۱۹۲۰ء میں چین کے صوبے گانسو میں جو زلزلہ آیا، اس کی شدت ریکٹر اسکیل پر 8.6 تھی اور اس نے ایک لاکھ اسی ہزار افراد کو اپنا نوالہ بنایا، صرف بارہ برس بعد اس علاقے میں آنے والے زلزلہ ریکٹر اسکیل پر 7.6 شدت کا تھا اور اپنے ساتھ ستر ہزار لوگوں کو لے گیا۔اس سے پہلے ۱۹۲۷ء میں ژی ننگ، فنگ ہائی میں آنے والے زلزلے میں دو لاکھ چینی ختم ہوئے۔

۷۰ء کی دہائی میں جبکہ چین اپنی تاریخ کے نہایت نازک مرحلے سے گزر رہا تھا اور اندرونی اختلافات اپنے عروج پر تھے، چین کو ایک بار پھر بیسویں صدی کے بدترین زلزلے کا صدمہ سہنا پڑا۔ ۲۸ر جولائی ۱۹۷۶ء کی رات تھی جب تانگ شان کے صنعتی شہر کے لوگ اپنے گھروں میں چین کی نیند سوتے تھے، تین بج کر باون منٹ پر ایک شہر کی زمین نے ایسی کروٹ بدلی کہ سونے والے اپنے بستروں سے اٹھ بھی نہ سکے۔تانگ شان کی دس لاکھ کی آبادی سے ۲۴۲۴۱۹ افراد ختم ہوئے اور ۱۶۴۵۰۸ بری طرح زخمی ہوئے۔ریکٹر اسکیل پر اس زلزلے کی شدت 8.2 تھی اور یہ صرف ۱۵ اسیکنڈ کے لئے آیا تھا، پندرہ گھنٹوں بعد دوبارہ آنے والا زلزلہ 7.1 شدت کا تھا اور اس نے رہی سہی کسر بھی پوری کردی۔

کہا جاتا ہے کہ تانگ شان کے نواح میں آباد کسانوں نے زلزلہ سے ایک رات پہلے پراسرار روشنیاں دیکھی تھیں، ان پراسرار روشنیوں کو زلزلے کی روشنی بھی کہا جاتا ہے۔نواحی علاقے کے ایک گاؤں میں کنویں کا پانی ابل کر تین مرتبہ اوپر آیا اور پھر تہہ میں چلا گیا۔ یہ زلزلہ سے ایک روز پہلے کا واقعہ ہے۔ایک گاؤں کے کنویں سے گیس خارج ہونے لگی اور اس کی شدت میں اضافہ ہوتا گیا، اسی طرح دوسرے دیہاتوں کے کنویں تڑخ گے۔ جانور اور پرندے جن کے بارے میں پرانے زمانے سے یہ بات کہی جاتی ہے کہ وہ اپنی چھٹی حس سے زلزلے کی آمد سے خبردار ہو جاتے ہیں اور عجیب عجیب حرکتیں کرتے ہیں۔تانگ شان کے نواحی علاقے میں بھی مرغیوں نے شور مچانا شروع کردیا تھا اور دانہ دنکا کھانے سے انکار کردیا تھا، علاقے کے کتے دیوانوں کی طرح بھونکتے رہے تھے۔تانگ شان کے زلزلے میں بچ رہنے والے بڑے بوڑھوں کا کہنا ہے کہ یہ سب زلزلے کی آمد کی نشانیاں تھیں، یہ تو ہماری بدبختی تھی کہ ہم نے اس طرف توجہ نہیں دی۔

تانگ شان کے ایک قریبی گاؤں کے بعض سرکاری اہلکاروں نے دو برس پہلے سے اس زلزلے کی آمد کو محسوس کرلیا تھا۔ یہ اندازہ انہوں نے اس بات سے لگایا تھا کہ علاقے کے کنوؤں کا پانی اچانک گدلا ہو گیا ہے۔انہوں نے بڑے بوڑھوں سے سنا تھا کہ اگر ایسا ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ زمین کی گہرائیوں میں اتھل پتھل ہو رہی ہے اور بڑے پیمانے پر زلزلہ آسکتا ہے، سرکاری اہلکاروں نے

جدید سائنس اور قدیم دانش کو سامنے رکھتے ہوئے احتیاطی تدابیر شروع کر دیں۔ انہوں نے اپنے علاقے میں ہر شخص کو اس خطرے سے آگاہ کیا، علاقے کے اسکولوں سے یہ کہا گیا کہ وہ بچوں کو عمارت کے اندر پڑھانے کی بجائے انہیں میدانوں میں پڑھائیں، اسی طرح بیشتر لوگ رات کو گھروں کی بجائے کھلے آسمان کے نیچے سونے لگے۔ آس پاس کے لوگوں نے اس گاؤں کے لوگوں کا بہت مذاق اڑایا جو برسوں سے زلزلے کے منتظر تھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ جب زلزلہ آیا تو اس گاؤں کی بھی ہر عمارت اور ہر گھر ملبے کا ڈھیر ہو گیا لیکن گاؤں کی پوری آبادی محفوظ رہی۔ اس گاؤں کا صرف ایک آدمی ہلاک ہوا لیکن اس کی ہلاکت کا سبب زلزلہ نہیں تھا، وہ حرکت قلب بند ہونے سے ختم ہوا تھا۔

سرکاری اعداد و شمار کے مطابق تانگ شان کے اس زلزلے میں ۸۷ فیصد صنعتی سرگرمیوں میں حصہ لینے والی عمارتیں، ۹۳ فیصد گھر، ۸۰ فیصد پانی کھینچنے والے پمپ اور ۱۴ فیصدی سیوریج لائنیں مکمل طور پر تباہ ہو گئیں۔ اس زلزلے کے اثرات ۱۴۰ کلومیٹر دور چین کے دارالحکومت بیجنگ میں بھی محسوس کئے گئے حد تو یہ ہے کہ ژیان جو زلزلے کے قلب سے بہت دور تھا وہاں بھی زلزلے کے جھٹکے آئے، چین میں خبریں سرکاری چھلنی سے چھن کر باہر پہنچتی ہیں اسی لئے بہت سے لوگوں کا کہنا ہے کہ ہلاکتیں چھ لاکھ کے لگ بھگ تھیں، یہی وجہ ہے کہ تانگ شان کے زلزلے کو معلوم تاریخ کا دوسرا یا تیسرا بدترین زلزلہ کہا جاتا ہے چینیوں کے مزاج میں کسی سانحے پر دیر تک گریہ و ماتم کرنا نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امدادی کاموں کے ساتھ ساتھ فوری طور پر تعمیر نو کے کام کو بھی شروع کر دیا گیا تھا۔ ۱۹۷۶ء میں تباہ و برباد ہو جانے والے تانگ شان کی تعمیر نو ۱۹۸۳ء تک تقریباً مکمل ہو چکی تھی۔ چین میں پاکستانی سفارت خانے کے ایک افسر جوان دنوں بیجنگ میں تعینات تھے، انہوں نے اس زمانے کے حوالے سے لکھا ہے کہ غیر ملکی سفارت کاروں کو تانگ شان کی تباہی کے سات برس بعد اس شہر کا دورہ کرایا گیا۔ تباہ شدہ شہر کا ایک مختصر سا حصہ یادگار کے طور پر باقی رکھا گیا تھا۔ باقی علاقہ میں نئی اور کئی منزلہ عمارتیں تعمیر ہو چکی تھیں اور شہر ترقی اور تعمیر کا نمونہ پیش کر رہا تھا۔ ایک ایسا علاقہ جہاں زلزلے نے اتنی بھیانک تباہی مچائی ہو، وہاں کئی منزلہ عمارتوں کی تعمیر پر پابندی لگ جاتی ہے لیکن چینی اپنی وضع کے الگ ہی لوگ ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ ابھی تک دنیا میں زلزلے سے محفوظ عمارتوں کی تعمیر مکمل نہیں ہے لیکن وہ اس بات سے بھی آگاہ ہیں کہ جدید ٹیکنالوجی کو کام میں لاتے ہوئے ایسی عمارتیں ضرور بنائیں جا سکتی ہیں جو زمین کی کروٹ سے چشم زدن میں خود بھی زمین بوس نہ ہو جائیں۔ چنانچہ انہوں نے کئی منزلہ بلڈنگیں بنائیں جو دو رویہ تھیں اور جن کے درمیان فاصلہ رکھا گیا تھا۔

ہمیں چین کے تناظر میں اپنے ملک میں آنے والے زلزلوں کا جائزہ لینا چاہئے ۸/ اکتوبر ۲۰۰۵ء سے قبل کوئٹہ زلزلہ کا نشانہ بن چکا ہے۔ موجودہ زلزلہ سے پوری پوری آبادیاں صفحۂ ہستی سے ختم ہو گئی ہیں پوری پاکستانی قوم بلکہ امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ آفت زدگان کی ہر نوع کی خدمت کریں۔

☆ جو علاقے خطرناک ہیں ان کے مکینوں کو زمینی حقائق سے آگاہ کیا جائے تاکہ آئندہ کے لئے مالی نقصانات و جانی نقصانات سے بچا جا سکے۔

☆ جو علاقے متاثر ہوئے ہیں ان کے مکینوں کو رہائش فراہم کی جائے جس میں ضروریات زندگی اور موسم سے تحفظ کی صلاحیت موجود ہو۔

☆ جو لوگ شہید ہو گئے ہیں ان کی تدفین کی جائے یہ بہت باعث اجر عمل ہے۔

☆ جو معذور ہو گئے ہیں ان کو مصنوعی اعضاء فراہم کئے جائیں۔

☆ جو زخمی ہیں ان کا علاج کیا جائے نبی کریم ﷺ نے غزوۂ بدر و دیگر غزوات کے موقع پر زخمیوں کے لئے ہسپتال قائم کئے تھے جہاں خواتین بھی مریضوں کی خدمت کیا کرتی تھیں، زخمیوں کو دوائیاں فراہم کرنا یا مصنوعی اعضا فراہم کرنا باعث ثواب ہے۔

☆ جو بچے یتیم ہو گئے ہیں ان کی پرورش اور کفالت امت مسلمہ کے مسلمانوں کی ذمہ داری ہے ارشاد نبوی ہے:

"أنا و کافل الیتیم کھاتین۔"

میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا قیامت کے دن اس طرح ہوں گے جس طرح دو انگلیاں ایک ساتھ ہیں۔

جو خواتین بیوہ ہو گئی ہیں ان سے نکاح کر کے کفالت کی جائے تاکہ انہیں سہارا بھی مل جائے اور وہ پاکیزگی کی زندگی گذاریں جو بچیاں تنہا رہ گئی ہیں ان کی شادیاں کروادی جائیں۔

☆ جو تعلیمی ادارے یا مساجد منہدم ہو گئی ہیں ان کی از سر نو تعمیر کی جائے۔

اسلام میں خدمت خلق کا دائرہ بہت وسیع ہے جو جس حیثیت میں انفرادی یا اجتماعی خدمت کر سکتا ہے اسے کرنا چاہئے۔

ان اللہ لا یضیع اجر المؤمنین۔

(بیشک اللہ تعالیٰ کسی مسلمان کا اجر و ثواب کا ضائع نہیں کرتا)

اسی دنیا میں اسے اجر دیتا ہے آخرت میں اجر تو ویسے بھی محفوظ ہے۔

آخر میں دعاء ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو خدمت خلق کی توفیق عطا فرمائے آسمانی اور زمینی جملہ آفات سے محفوظ فرمائے۔ (آمین)

حواشی وحوالہ جات

۱۔ نصیحۃ الملوک امام غزالی' مترجم: ڈاکٹر سمیع اللہ قریشی' فضلی سنز کراچی، طبع اول ۱۹۹۸ء' ص ۳۱۳۰

۲۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ' دانش گاہ پنجاب، لاہور طبع اول ۱۹۸۳ء' ج ۸' ص ۸۰۳

۳۔ ایضاً' ص ۸۰۴

۴۔ انسان کامل' ڈاکٹر خالد علوی' الفیصل ناشران وتاجران لاہور، طبع دوم ۱۹۹۷ء' ص ۲۴۱

۵۔ سورۃ البقرہ: آیت ۱۷۷

۶۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ' ج ۸' ص ۱۰۱۸

۷۔ مفردات القرآن' امام راغب اصفہانی' مطبوعہ قاہرہ ۱۳۱۸ھ

۸۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ' ج ۸' ص ۱۰۱۸

۹۔ ایضاً' ص ۱۰۲۱

۱۰۔ صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب فضل عیادۃ المریض

۱۱۔ صحیح البخاری' کتاب الاذان باب الکلام اذا اقیمت الصلوۃ

۱۲۔ سورۃ الاحزاب: آیت ۴

۱۳۔ المجتمع المدنی فی عہد النبوۃ' اکرم ضیاء العمری' مطبوعہ سعودی عرب' ص ۷۷ ط

۱۴۔ صحیح مسلم' ج ۴' ص ۱۹۴

۱۵۔ انساب الاشراف للبلاذری مطبوعہ بیروت' ج ۱' ص ۲۵

۱۶۔ تہذیب سیرۃ النبی ﷺ' ابن ہشام' عبدالسلام ہارون' مطبوعہ دار صادر بیروت' ص ۲۴۰

۱۷۔ الموالات والمعاہدات' محماس الجلعود' مطبوعہ ریاض طبع اول ۱۹۹۷ء' ص ۱۰۱

۱۸۔ سورۃ الحجر: آیت ۱۰

۱۹۔ جامع ترمذی' کتاب السیر باب فی التحریق والتغریب' ج ۴' ص ۱۲۲

۲۰۔ انسان کامل' ص ۵۵۷

۲۱۔ صحیح البخاری' کتاب الادب، باب لم یکن النبی فاحشا' ج ۷' ص ۸۲

۲۲۔ سنن ترمذی' کتاب السیر، باب فی التحریق والتخریب' ج ۴' ص ۱۲۲

۲۳۔ مسند امام احمد بن حنبل' تحقیق: عبداللہ الدرویش' دار الفکر بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۹۹۱ء' ج ۴' ص ۳۰۷

۲۴۔ نصیحۃ الملوک' ص ۶۴، ۶۵

۲۵۔ سورۃ الحشر: آیت ۹

۲۶۔ صحیح بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورۃ الحشر' ج ۶' ص ۵۹، ☆ صحیح مسلم' کتاب الاشربۃ، باب اکرام الضیف' ج ۶' ص ۱۲۷

۲۷۔ سنن ترمذی، کتاب البر باب ماجاء فی الستر ۃ علی المسلم، ج ۴، ص ۳۲۶
۲۸۔ سنن ترمذی کتاب الحدود، باب الستر علی المسلم، ج ۴، ص ۳۴، ☆ صحیح مسلم کتاب البر، باب تحریم ظلم المسلم، ج ۷، ص ۱۱، ☆ صحیح بخاری کتاب المظالم باب لایظلم المسلم، ج ۳، ص ۹۸ ☆ سنن ابوداؤد کتاب الادب باب المواخاۃ، ج ۵، ص ۲۰۲۔
۲۹۔ جامع الصغیر، جلال الدین سیوطی، ج ۲، ص ۹۷، دار المعرفۃ، بیروت ۱۳۹۱ھ ☆ تاریخ بغداد، خطیب بغداد مکتبۃ سلفیۃ مدینہ، ج ۳، ص ۱۱۴ ☆ جمع الجوامع للسیوطی، مطبوعہ بیروت، ج ۱، ص ۱۲۲
۳۰۔ جمع الجوامع، ج ۱، ص ۸۴۷
۳۱۔ جامع الصغیر، ج ۲، ص ۶۵ ☆ جمع الجوامع، ج ۱، ص ۷۵۱
۳۲۔ جمع الجوامع، ج ۱، ص ۸۳۰
۳۳۔ صفۃ الصفوۃ، ج ۱، ص ۷۵۶
۳۴۔ نصیحۃ الملوک، ص ۳۵۔۳۶
۳۵۔ صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ہی العلیا، ج ۳، ص ۲۰۶
۳۶۔ صحیح بخاری کتاب الجہاد، باب الخیل الثلاثۃ، ج ۴، ص ۷۵ ☆ کتاب المناقب ابواب علامۃ النبوۃ ج ۴، ص ۵۳۶ ☆ صحیح مسلم کتاب الزکاۃ، باب اثم مانع الزکوۃ، ج ۳، ص ۷۲
۳۷۔ سنن ترمذی کتاب الزہد باب ماجاء فی الریاء والسمعۃ، ج ۴، ص ۵۹۱
۳۸۔ سورۂ ہود: ۱۵،۱۶
۳۹۔ صحیح البخاری کتاب الایمان باب کیف کان بدء الوحی، ج ۱، ص ۲
۴۰۔ سورۃ آل عمران: آیت ۱۴۵
۴۱۔ صحیح البخاری، کتاب الادب باب الرفق فی الامر کلہ، ج ۷، ص ۸۰
۴۲۔ صحیح البخاری، کتاب الادب باب رحمۃ الناس باب البھائم، ج ۷، ص ۷۷
۴۳۔ سنن ابن ماجۃ، کتاب الزہد، باب الشفاعۃ، ج ۲، ص ۱۴۴۰
۴۴۔ صحیح بخاری، کتاب المرضی باب، باب عیادۃ المریض، ج ۷، ص ۴۷
۴۵۔ شمائل ترمذی، باب ماجاء فی التواضع رسول اللہ، ص ۳۴۶
۴۶۔ مستدرک للحاکم، باب فتح مکۃ، دار الباز للنشر والتوزیع مکۃ، ج ۳، ص ۴۸
۴۷۔ محمد بن عیسیٰ ترمذی، شمائل ترمذی، باب ماجاء فی تواضع رسول اللہ، مطبعہ بیروت، ص ۴۶
۴۸۔ سورۃ البقرۃ: آیت ۲۸۶
۴۹۔ جمع الجوامع، ج ۱، ص ۸۳۷، ☆ حلیۃ الاولیا میں ابی نعیم اصبہانی نے بھی اسے نقل کیا ہے۔
۵۰۔ سورۂ الذاریات: آیت ۱۹، ☆ سورۃ المعارج: آیت ۲۵

۵۱۔ سورۃ البقرہ: آیت ۲۰۷

۵۲۔ سورۃ النساء: ۱۱۴

۵۳۔ سورۂ اللیل: آیات ۱۸۔۱۲۰، ☆ نیز سورۂ الرعد: آیت ۲۲ ☆ سورۃ البقرہ: آیت ۲۰۵

۵۴۔ سورۂ الانسان: آیت ۷۶

۵۵۔ سورۂ السبا: آیت ۴۷ ☆ مزید دیکھئے سورۂ الشعراء: آیات ۱۸۰۔۱۶۴۔۱۴۵۔۱۲۷ وغیرہ

۵۶۔ سورۂ یوسف: آیت ۵۵

۵۷۔ سورۂ القصص: آیت ۲۶

۵۸۔ اخلاق حسین قاسمی' اخلاق رسول' مکتبہ رشیدیہ، کراچی' ص ۳۵۔۳۶

۵۹۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ' ج ۸، ص ۵۱۲ اور لسان العرب وغیرہ

۶۰۔ ایضاً' ص ۵۱۴

۶۱۔ ایضاً' ص ۵۱۳، اور طبقات ابن سعد' ج ۱، ص ۸۲، ☆ البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر' مؤسسۃ مطبوعات ایران ۱۳۶۴ھ' ج ۲، ص ۲۹۱، ☆ السیرۃ الحلبیۃ' ج ۱، ص ۱۴۶

۶۲۔ مستدرک للحاکم' ج ۲، ص ۲۲۰

۶۳۔ اخلاق رسول ﷺ' ص ۴۱۔۴۲

۶۴۔ ڈاکٹر حمید اللہ' خطبات بھاولپور' اسلامیہ یونیورسٹی بھاولپور' ص ۳۰۰، ☆: ساجد الرحمٰن' پیغمبر اخلاق' ادارۂ تحقیقات اسلامی' ص ۴۲، ☆ اخلاق رسول ﷺ' ص ۴۳ وغیرہ

۶۵۔ جذب القلوب' مترجم: شیخ عبدالحق محدث دہلوی' مطبوعہ کراچی

۶۶۔ مسند احمد' ج ۱، ص ۲۰۲، ☆ سیرۃ' ج ۱، ص ۳۵۹

۶۷۔ صحیح البخاری' باب بدء الوحی' ج ۱، ص ۵، و کتاب الجہاد باب دعاء النبی الی الاسلام' ج ۴، ص ۲

۶۸۔ صحیح بخاری' کتاب الجہاد، باب من استعان بالضعفا' ج ۳، ص ۲۲۵

۶۹۔ صحیح بخاری' کتاب النکاح' ج ۶، ص ۱۵۰

۷۰۔ تفسیر ابن جریر طبری' ج ۴، ص ۱۷۸

۷۱۔ الترغیب والترہیب' ج ۲، ص ۱۳۲

۷۲۔ اخلاق رسول' ص ۷۶ تا ۸۰

۷۳۔ صحیح البخاری' کتاب الادب، باب اکرام الضیف' ج ۷، ص ۱۰۴

۷۴۔ صحیح البخاری' کتاب الادب، باب کل معروف صدقۃ' ج ۷، ۷۹

۷۵۔ صحیح البخاری' کتاب الادب، باب کل معروف صدقۃ' ج ۷، ص ۷۹، ☆ فتح الباری' دار النشر الکتاب الاسلامیۃ، لاہور' ج ۸، ص ۱۳، ☆ صحیح مسلم کتاب الزکات' ج ۱۶، ص ۲۵، مسند احمد' ج ۴، ص ۲۰۷، سنن ابوداؤد اور جمع

الجوامع، ج،ص ۶۲۳ پر بھی ہے۔
۷۶۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان عدد شعب الایمان اور صحیح بخاری کتاب الایمان باب امور الایمان
۷۷۔ صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ، فصل ازالۃ الاذیٰ عن الطریق اور صحیح بخاری کتاب المظالم باب من اخذ الغصن دما یوذی الناس۔
۷۸۔ درمنثور للسیوطی، ج ۳،ص ۲۵۷ اور کشف الخفاء للسخاوی، ج ۲،ص ۱۸۱
۷۹۔ جامع الصغیر للسیوطی، ج ۲،ص ۹۴ ☆ اور مستدرک للحاکم
۸۰۔ مشکوۃ المصابیح، کتاب الادب باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق، ج ۲،ص ۶۱۳
۸۱۔ پیغمبر اخلاق، ص ۱۳۰
۸۲۔ ایضاً، ص ۱۱۹
۸۳۔ ابو عامر محمد اسحاق خان، تحفۃ العلوم والحکمۃ بشرح خمسین من جوامع الکلم، دار العلوم تعلیم القرآن پلندری آزاد کشمیر، طبع اول ۱۹۸۰ء، ص ۲۶۹، بحوالہ بخاری و مسلم۔
۸۴۔ سنن ترمذی کتاب البر والصلۃ باب ماجاء فی حق الجوار، ج ۴،ص ۳۳۲
۸۵۔ تحفۃ العلوم والحکمۃ، ص ۲۷۶، بحوالہ صحیح بخاری و مسلم
۸۶۔ ایضاً
۸۷۔ اخلاق رسول، ص ۶۰، بحوالہ سیرت النبی ﷺ، شبلی، ج ۶،ص ۲۰۹
۸۸۔ صحیح مسلم کتاب الزہد باب الاحسان الی الارملۃ، ج ۸،ص ۲۲۱ اور سنن ترمذی کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی السعی علی الارملۃ، ج ۴،ص ۳۴۶
۸۹۔ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب الساعی علی الارملۃ، ج ۷،ص ۷۶
۹۰۔ سنن ابن ماجۃ فی الصیام باب فی ثواب من فطر صائما، ج ۱،ص ۵۵۵، اور باب من جھز غازیا، ج ۲،ص ۹۲۲، ☆ مسند احمد، ج ۴،ص ۴، ☆ سنن ترمذی کتاب فضائل الجہاد باب ماجاء فی فضل من جھز غازیا، ج ۴،ص ۱۶۹ اور صحیح بخاری کتاب الجہاد باب فضل من جھز غازیا اور خلفہ بخیر، ج ۶،ص ۴۹ اور صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب فضل اعانۃ الغازی فی سبیل اللہ، ج ۳،ص ۵۰۶ وغیرہ
۹۱۔ ماہنامہ الفاروق، کراچی ۱۴۱۶ھ، ربیع الاول، ص ۶۶
۹۲۔ امام بخاری، الادب المفرد، ترجمہ محمد خالد، دار الاشاعت، کراچی، ۱۹۹۷ء، ۲۳۲، ۵۱۳
۹۳۔ صحیح بخاری کتاب الایمان، باب الطعام من الاسلام اور صحیح مسلم کتاب الایمان باب تفاضل الاسلام وای امور افضل
۹۴۔ سورۃ الدہر: آیات ۸۔۱۰
۹۵۔ تحفۃ العلوم والحکم بشرح خمسین من جوامع الکلم، ص ۲۶۹، (بحوالہ بخاری و مسلم)
۹۶۔ صحیح مسلم کتاب الامارہ باب فضل اعانۃ الغازی فی سبیل اللہ

۹۷۔ صحیح بخاری کتاب التوحید باب فی المشیۃ والارادۃ' ج ۸، ص ۹۳ اور صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب استحباب الشفاعۃ' ج ۸، ص ۳۷ سنن ابوداؤد کتاب الادب باب الشفاعۃ' ج ۵، ص ۲۴۷

۹۸۔ عبدالرحمٰن ابن الجوزی' کتاب البر والصلۃ' تحقیق: عادل عبدالموجود وعلی معوض' المکتبۃ التجاریہ، مصطفیٰ احمد الباز مکۃ المکرّمۃ ۱۹۹۳ء ص ۲۶۰، ☆ اسے سنن بیہقی نے بھی' ج ۸، ص ۱۶۷ پر کتاب قتال اہل البغی باب ما علی السلطان من منع الناس عن التمیمۃ کے ذیل میں اور ابن حبان نے کتاب البر والصلۃ میں باب قضاء الحوائج کے ذیل میں ۵۰۵ پر بیان کیا ہے۔

۹۹۔ صحیح البخاری کتاب الادب، باب تشمیت العاطس اور صحیح مسلم کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم اناء الذہب

۱۰۰۔ مسند احمد' ج ۳، ص ۵۳، ☆ اور مجمع الزوائد' ج ۱۰، ص ۱۵۱، ☆ اسے مختلف الفاظ کے ساتھ سنن ابوداؤد اور بزاز نے بھی روایت کیا ہے اور سند احسن لکھا ہے۔

۱۰۱۔ مشکوۃ المصابیح، کتاب الاداب باب الشفقۃ علی الخلق' ج ۲، ص ۶۱۳